لبیک اللھم لبیک

حج مبرور

ماہنامہ اعلیٰ حضرت

بریلی شریف

Monthly : 35/-
Yearly : 350/-

پیغام

حامدا ومصلیا و مسلما!

تقسیم ہنداورآزادی ہند کے بعد ہی سے ہندوستانی مسلمانوں کے مذہبی، مسلکی، معاشی، سماجی اور تعلیمی حالات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے ہیں۔ مگر کل کے مقابلہ میں آج کے حالات تو مسلمانوں کے لیے نہایت سنگین رخ اختیار کر چکے ہیں۔ پہلے اگرچہ مسلمان تعلیمی سماجی، سیاسی اور معاشی طور پر تقریباً یتیم تھے مگر یہ سب دنیوی معاملات تھے، دینی ومسلکی معاملات پھر بھی کافی حدتک صحیح ودرست تھے اور مسلمانوں کا ایمان محفوظ تھا۔ مگر اب تو دنیوی معاملات میں یہ قوم مسلم تمام تر ترقیاتی سازوسامان سے تو محروم ہے ہی، دینی ومسلکی اعتبار سے بھی محروم ہونے لگی ہے۔ بے دینی، مذہب بیزاری اور مسلک سے دوری ہماری نئی نسلوں میں روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ غیر شرعی رسوم، عادات، پوشاک اور رہن سہن کی ہماری نئی نسل دلدادہ ہوتی جارہی ہے۔ ہاتھوں میں کڑا پہننا، لمبے لمبے بال رکھنا، غیر مسلموں کی طرح ہاتھوں میں دھاگا باندھنا، ٹیکہ لگانا، کانوں میں بالیاں پہننا، اپنے جسم کے حصوں پر ٹیٹو بنوانا اور مشرکانہ رسوم وتیوہاروں کی مبارکبادیاں دینا بلکہ ان میں شامل ہونا، ہمارے معاشرے کا حصہ بنتا جارہا ہے۔ ہماری بچیاں روز بروز غیر مسلم نوجوانوں کے چنگل میں پھنس کر مرتد بن رہی ہیں۔ ہماری نوجوان نسل اپنے مذہب ومسلک اور اپنی شریعت وطریقت کی باغی بنتی جارہی ہے۔ دینی اعتبار سے دیکھیں تو اس وقت کے حالات نہایت سنگین صورت اختیار کر چکے ہیں۔ پہلے اس طریقے کے واقعات اگر ہوتے بھی تھے تو ہماری جماعت کا ایک مخلص اور مذہبی طبقہ اس کی روک تھام کے لیے مضبوط لائحہ عمل تیار کر کے جدوجہد شروع کر دیتا تھا مگر آج کا عالم اس اعتبار سے بھی نہایت سنگین ہے کہ بڑے سے بڑا معاملہ کیوں نہ ہو جائے اور بڑے سے بڑا دینی نقصان کیوں نہ ہو جائے مگر ہمارا مذہبی طبقہ، ہمارا سماجی طبقہ اور ہماری مذہبی وسماجی قیادت۔ الا ماشاء اللہ۔ سرد مہری کی چادر تانے رہتی ہے۔ روز بروز ارتداد کے فتنہ میں تیزی آتی جارہی ہے۔ مگر کسی بھی مذہبی، خانقاہی اور سماجی طبقہ کی جانب سے کوئی بھی روک تھام کی کوشش ہوتی نظر نہیں آرہی ہے۔ وہ مرکز اہل سنت بریلی شریف ہی تھا کہ جب ماضی میں اعلیٰ حضرت کے آخری دور میں مسلمانوں کو مرتد کرنے کی ''شدھی تحریک'' چلی تو اس کا مقابلہ کرنے کی کامیاب ترین کوشش تمام مشائخ اہل سنت نے مرکز اہل سنت کے ہی پلیٹ فارم سے کی تھی اور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی روک تھام میں کلیدی کردار ادا کیا تھا۔ مگر آج ہر طرف ایک گہرا سناٹا نظر آتا ہے۔ اگر کوئی مخلص اس سناٹے کو توڑنے کے لیے آواز بھی بلند کرتا ہے تو اس کی آواز آج ''نقارخانہ میں طوطی کی آواز'' کا مایوس کن اور حوصلہ شکن منظر پیش کرتی دکھائی پڑتی ہے۔ اللہ ہمارے حال زار پر رحم فرمائے۔

اب ۲۰۲۴ء کے پارلیمانی انتخابات نے اپنی دستک دینا شروع کر دی ہے۔ سیاسی جماعتیں اب ایک بار پھر مسلمانوں کی حمایت ومخالفت کے نام پر ایک شاطرانہ جال بنیں گی۔ کہیں مسلمانوں کی حمایت میں تو کہیں قوم مسلم کی مخالفت میں ماحول خراب کرنے، فساد کرانے، آگ زنی کرانے، اشتعال انگیز بیانات جاری کرنے اور کرانے کا ماحول بنایا جائے گا۔ انتخابات میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں کو ''بلی کا بکرا'' بنانے کی مکروہ اور شاطرانہ چالیں چلی جائیں گی۔ مسلمانوں کو ابھی سے آنے والے مرکزی انتخاب کے لیے تیار رہنا ہوگا، اپنی جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کے لیے ہوشیار وخبردار رہنا ہوگا۔ سیاسی جماعتوں کا آلۂ کار بننے سے اپنے آپ کو روکنا ہوگا۔ اپنے ووٹ کا نہایت دانشمندی اور حکمت کے ساتھ مفید وکارآمد انداز میں استعمال کرنا ہوگا۔ اللہ رب العزت اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں اور فرقہ پرست طاقتوں کے شر سے ہم سب کو محفوظ فرمائے۔ آمین بجاہ سیدالمرسلین علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم۔

فقیر قادری محمد سبحان رضا خاں سبحانی غفرلہ

خادم مرکز اہل سنت خانقاہ رضویہ درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: امام اہلسنت، مجدد دین وملت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ العزیز

ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

بفیض روحانی
حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ
محمد حامد رضا قادری
علیہ الرحمہ

سرپرست روحانی
احسن العلماء حضرت علامہ
سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں
علیہ الرحمہ
مارہرہ شریف

بفیض کرم
مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ
محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری
علیہ الرحمہ

بانی رسالہ
مفسر اعظم حضرت علامہ
محمد ابراہیم رضا قادری
''جیلانی میاں'' علیہ الرحمہ

زیر سایۂ کرم
ریحان ملت حضرت علامہ شاہ
محمد ریحان رضا نوری قادری
علیہ الرحمہ

جلد نمبر ۶۳ شمارہ نمبر ۶، ۷

ذیقعدہ/ذی الحجہ ۱۴۴۴ھ
جون، جولائی ۲۰۲۳ء
June, July 2023

مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت، شہزادۂ ریحان ملت، حضرت مولانا الحاج الشاہ
محمد سبحان رضا قادری ''سبحانی میاں'' مدظلہ العالی
سربراہ اعلیٰ خانقاہ رضویہ بریلی شریف

نائب مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا الحاج
محمد احسن رضا قادری مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہ رضویہ بریلی شریف

کلام الامام - امام الکلام

لحد میں عشقِ رُخِ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

ترے غلاموں کا نقشِ قدم ہے راہِ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

جنان بنے گی محبان چار یار کی قبر
جو اپنے سینے میں یہ چار باغ لے کے چلے

گلہ نہیں ہے مرید رشید شیطاں سے
کہ اس کے وسعت علمی کا لاغ لے کے چلے

پڑی ہے اندھے کو عادت کہ شوربے ہی سے کھائے
بٹیر ہاتھ نہ آئی تو زاغ لے کے چلے

خبیث بہر خبیثہ، خبیثہ بہر خبیث
کہ ساتھ جنس کو باز و کلاغ لے کے چلے

رضاؔ کسی سگ طیبہ کے پاؤں بھی چومے
تم اور آہ کہ اتنا دماغ لے کے چلے

نوٹ: تمام مشمولات کی صحت و درستگی پر مجلس ادارت کی گہری نظر رہتی ہے پھر بھی اگر کوئی شرعی غلطی راہ پا جائے تو آگاہ فرما کر اجر کے مستحق بنیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ کسی قریبی شمارے میں تصحیح کر دی جائیگی۔

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ
ماہنامہ اعلیٰ حضرت
۸۴، سوداگران بریلی شریف

Monthly Alahazrat
84, Saudagran, Bareilly Sharif
Pin-243003
Contact No.
(+91)-0581- 2575683, 2555624 (Fax) 2574627
(Mob) (+91)-9359103539
E-mail:mahanamaalahazrat@gmail.com
E-mail:subhanimian@yahoo.co.in

ماہنامہ اعلیٰ حضرت انٹرنیٹ پر پڑھنے کے لئے
visit us: www.aalahazrat.in

چیک یا ڈرافٹ بنام
MAHNAMA ALA HAZRAT
A/c No.
0043002100043696
Punjab National Bank Civil Lines Bareilly

زر سالانہ ممبر شپ

فی شمارہ:	35/-
زر سالانہ:	350/-
بیرون ملک:	35$ / امریکی ڈالر

کسی بھی قسم کی قانونی چارہ جوئی بریلی کورٹ ہی میں قابل سماعت ہوگی (ادارہ)

پرنٹر، پبلیشر، پروپرائٹر اور ایڈیٹر "مولانا سبحان رضا خاں" نے رضا برقی پریس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اعلیٰ حضرت سوداگران بریلی شریف سے شائع کیا۔

گوشہ ادارت

عنوان	مصنف	صفحہ
۱۔کلام الامام امام الکلام	حسان الہند امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ	۳
۲۔پیغام	حضرت علامہ الحاج محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں	۲
۳۔اسلامی تنظیموں کا زوال اور سناتنی سنگٹھنوں کا عروج	اداریہ از قلم مدیر اعزازی محمد سلیم بریلوی	۵

مستقل کالم

عنوان	مصنف	صفحہ
۱۔باب التفسیر	مولانا ابرار الحق رحمانی	۱۰
۲۔باب الحدیث	حضرت علامہ الحاج محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں	۱۱
۳۔فتاویٰ منظر اسلام	حضرت علامہ مفتی محمد احسن رضا قادری	۱۲

خوان مضامین

عنوان	مصنف	صفحہ
۱۔مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے	حضرت علامہ مفتی محمد ارسلان رضا خاں ازہری	۱۳
۲۔قربانی کے فضائل ومسائل	حافظ افتخار احمد قادری	۲۳
۳۔چشم و چراغ خاندان برکات	مولانا طفیل احمد مصباحی	۳۰
۴۔مجاہد ملت کی دینی وملی خدمات	مولانا شمیم اختر مصباحی	۳۵
۵۔خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے علمی وادبی آثار (آخری قسط)	مولانا طفیل احمد	۳۹
۶۔دل میں آنے والے خیالات کے اقسام واحکام	ازافادات اعلیٰ حضرت۔ترجمہ مولانا رئیس اختر	۴۶
۷۔چالیس گمراہ کن عقائد ونظریات	مفتی احمد رضا مصباحی	۴۸
۸۔کفر کلامی کا فتویٰ اور ارباب حل کا اتحاد واتفاق	مولانا طارق انور مصباحی	۵۲
۹۔عید الاضحیٰ اور ہماری ذمہ داریاں	مولانا محسن رضا ضیائی	۵۵
۱۰۔نجدیوں کا دوہرا معیار	مولانا خلیل فیضانی	۶۵
۱۱۔سڑکوں پر مذہبی رسومات اور حکومت کا رویہ	مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی	۶۷

نعت ومنقبت

عنوان	مصنف	صفحہ
۱۔مولائے کائنات کا بیٹا حسین ہے	شہیر رضوی کھیروی	۲۲
۲۔نعت پاک	وصی مکرانی واجدی	۳۸
۳۔بے بدل قرآں	مولانا سلمان فریدی	۴۷

خبریں

عنوان	مصنف	صفحہ
۱۔مفتی محمد اعظم اور علامہ محمد عارف صاحبان بھی چل بسے	مفتی محمد سلیم بریلوی	۵۹
۲۔علامہ یٰسین اختر مصباحی بھی نہ رہے	محمد صالح ازہری	۶۳

اسلامی تنظیموں کا زوال اور سناتنی سنگٹھنوں کا عروج

اداریہ:-مفتی محمد سلیم بریلوی، مدیر اعزازی ماہنامہ اعلیٰ حضرت، استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف

اسلامی تنظیموں کی کثرت: موجودہ زمانہ میں اگر ہم اپنے گرد و پیش، گاؤں دیہات، اپنے قصبوں، شہروں اور صوبوں کا ملکی سطح پر جائزہ لیں تو ہمیں ہر طرف، ہر سمت، ہر گلی، ہر چوراہے، ہر ہوٹل، ہر عوامی جگہ، ہر مسجد، ہر مدرسہ، ہر خانقاہ غرض کہ ہر جگہ کسی نہ کسی اسلامی و سماجی تنظیم و تحریک کا خوشنما و دلربا اور جاذب نظر کوئی نہ کوئی پوسٹر، بینر، کوئی نہ کوئی فلیکسی اور کوئی نہ کوئی پمفلیٹ لگا ہوا ضرور نظر آ جائے گا۔شہروں اور قصبوں کے چوراہوں اور شاہراہوں پر تو ایسی بیشمار اسلامی تنظیموں اور تحریکوں کے بڑے بڑے جہازی سائز کے باتصویر ہورڈنگوں کی بھرمار نظر آنے لگی ہے۔بنام مسلم ہر فرقہ اور ہر جماعت کی الگ تنظیم، بنام مسلک ہر مسلک کی الگ تحریک، بنام سلسلہ ہر سلسلہ طریقت کی ایک علیحدہ جمعیت، بنام خانقاہ ہر خانقاہ کا ایک منفرد سنگٹھن، بنام شیخ طریقت ہر شیخ طریقت کا ایک ملکی سطح کا آرگنائزیشن غرض کہ شاخ درشاخ ہمارے ملک میں ہر دن حشرات الارض کی طرح مذہب کے نام پر نئی نئی تنظیمیں اور الگ الگ تحریکیں وجود میں آ رہی ہیں۔کمال کی بات تو یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی تنظیم آل انڈیا لیول سے کم نہیں۔اس سے بھی بڑے کمال کی بات تو یہ ہے کہ ہر تنظیم رات ورات امت مسلمہ کے ہر چھوٹے بڑے مسئلہ کو سلجھانے کا دعویٰ کرتی ہے۔ہر تنظیم سے وابستہ لوگ اپنی ہی تنظیم کی کارکردگی کو اصل کارکردگی گردانتے ہیں اور دوسری تنظیم کو بیکار اور بے فائدہ قرار دیتے ہیں۔بلکہ ایک ہی جماعت، ایک ہی مسلک، ایک ہی سلسلہ اور ایک ہی خانقاہ کے اسلاف سے وابستہ ہونے کے باوجود اسی مسلک و مذہب اور اسی جماعت و خانقاہ سے تعلق رکھنے والی اور کسی دوسرے شیخ کے ماتحت کام کرنے والی تنظیموں اور تحریکوں سے وابستہ افراد کو دوسری تحریک سے وابستہ افراد اس جماعت و مسلک کا فرد سمجھنا تو دور کی بات اسے اس جماعت اور اس مسلک و خانقاہ کا غدار قرار دینے میں ذرہ برابر جھجھک اور ہچک محسوس نہیں کرتے۔

اس طرح جو تنظیمیں اور جو تحریکیں اپنی جماعت، اپنے مسلک، اپنی خانقاہ اور اپنے سلسلہ میں اتحاد پیدا کرنے کا خوشنما اور بلند و بالا دعووں کا علم اٹھا کر وجود میں آئی تھیں وہی تنظیمیں اور وہی تحریکیں اس وقت اپنے مذہب و مسلک اور اپنی خانقاہ و سلسلہ میں اختلاف، انتشار اور افتراق کا باعث بن رہی ہیں۔ان تنظیموں اور تحریکوں کی حیرت انگیز کثرت کے باوجود ہندوستانی مسلمان ہر روز نئے نئے فتنوں اور نئے نئے خطرناک مسائل سے دو چار ہو رہے ہیں۔اتنی آل انڈیا تحریکوں، اتنے آل انڈیا اور ''راشٹریہ ادھیکچھوں'' اور اتنے سارے عالمی سطح کے قائدین کے ہوتے ہوئے قوم مسلم کے بچے اور بچیاں روز بروز ارتداد کی دلدل میں دھنستے جا رہے ہیں، ہر

روز شریعت اسلامیہ کے خلاف علَم بغاوت بلند کر رہے ہیں، ہر روز نئے نئے فتنے جنم لے رہے ہیں، فتاویٰ کی عظمت ووقعت ہر دن کم ہو رہی ہے، غیر اسلامی رسوم خوب پھل پھول رہی ہیں، ماتھے پہ ٹیکہ، ہاتھ میں دھاگا، گلے میں سونے کی زنجیریں، کان میں بالیاں، سر پر عورتوں کی طرح بال اور جسم کے اعضاء پر ٹیٹو بنوانے، الیکشن میں کھڑے ہونے اور نیتا بننے کی للک میں ہولی، دیوالی، رکچھا بندھن، دشہرہ اور رام نومی جیسے خالص سناتنی اور ہندواسی تیوہاروں کی مبارکبادیاں دینے جیسی خالص مشرکانہ اور کافرانہ رسوم و عادات کا چلن ہمارے نوجوانوں اور ہمارے اسلامی معاشرے میں خوب پروان چڑھ رہا ہے۔ جو لوگ اسلامی طریقے پر گامزن رہتے ہوئے مذہب ومسلک کی حفاظت کا کام دلچسپی سے کر رہے ہیں انہیں کسی نہ کسی معاملہ میں فرضی طور پر پھنسا کر اور مقدمات میں الجھا کر جیلوں کی سلاخوں کے پیچھے ڈالا جا رہا ہے۔ ہر دن، ہر ہفتہ اور ہر مہینہ کہیں نہ کہیں مذہبی تصادم کے نام پر فساد برپا کر کے اولاً جان مال اور عزت وآبرو کو پامال کیا جاتا ہے اور فساد ختم ہونے کے بعد مسلمانوں ہی کو ٹارگیٹ کر کے ان پر مقدمات عائد کرنے کے بعد انہیں جیلوں میں ٹھونس دیا جاتا ہے۔ ہر دن کہیں مسجد تو کہیں مدرسہ، کبھی مزار تو کبھی کوئی دوسرے مقامات مقدسہ کو آناً فاناً میں زمیں دوز کر دیا جاتا ہے۔ کہیں کسی کو ہجومی تشدد کر کے ہلاک کر دیا جاتا ہے تو کہیں کسی برقعہ پوش لڑکی کا برقعہ کھینچ کر اسے رسوا کر دیا جاتا ہے۔ کبھی کسی مسجد سے لاؤڈ اسپیکر کا ہارن اتار کر پھینک دیا جاتا ہے۔ تو کبھی کسی مسجد ومزار کی تعمیر روک دی جاتی ہے۔ اتنی ساری تنظیموں اور تحریکوں کے ہوتے ہوئے ہم اس طرح کے مسائل پر کوئی قانونی چارہ جوئی یا پھر پُر امن مؤثر اقدامات ہوتے ہوئے کم ہی دیکھتے ہیں۔ ہر طرف ایسے مسائل کے حل کے لیے مناسب وسنجیدہ اقدامات کے نام پر سناٹا اور صرف سناٹا دکھائی پڑتا ہے۔ ہاں! اگر اس تنظیم وتحریک کی کسی سربرآوردہ اور سرخیل ہستی کے خلاف دھوکے سے بھی کسی کی زبان سے ان کی شایان شان سے لگّا نہ کھاتا ہوا کوئی ہلکا اور نامناسب کلمہ نکل گیا تو اس کی گونج ہر طرف سنائی پڑتی ہے، سوشل میڈیا پر اس شخصیت کی حمایت اور مذعومہ مجرم کی خامہ تلاشی اور جامہ تلاشی پر مشتمل پوسٹوں کی بھرمار ہو جاتی ہے۔ وہ زبانیں جو کسی اہم قومی وملی اور جماعتی ومسلکی مسئلہ پر گنگ تھیں ان میں اچانک ایسی قوت گویائی پیدا ہو جاتی ہے کہ مانو ان جیسا کوئی بولنے والا ہی نہیں۔ جو قلم مسلم معاشرہ پر آنے والی افتاد پر جامد اور ان کی روشنائی خشک تھی اچانک وہ سب سے بڑے لکھاڑ دکھائی پڑنے لگتے ہیں۔ بڑی بڑی جماعتی مصیبتوں پر جو لوگ سناٹے کی چادر اوڑھے دکھائی پڑ رہے تھے، اچانک ان میں ایسی طاقت وقوت اور تحریک پیدا ہو جاتی ہے کہ رات و رات اپنے ہی ہم مسلک، ہم مشرب اور ہم مذہب کے خلاف کانفرنسوں کا انعقاد ہو جاتا ہے اور مہذب انداز کی طعن وتشنیع پر مشتمل محفل سب و شتم سجائی جانے لگتی ہیں۔

ہم اگر دوسرے فرقوں کی تنظیموں اور تحریکوں سے قطع نظر کر کے صرف اپنی ہی تحریکوں اور تنظیموں کی کارکردگی کا جائزہ لیں تو سوائے کف افسوس ملنے کے اور کچھ رزلٹ ہمارے ہاتھ نہیں آئے گا۔ ہم اس وقت صرف آپس ہی میں دست وگریباں نظر آ رہے ہیں

اور اپنی ساری صلاحیتیں اپنے ہی مسلک و مذہب اور اپنے ہی ہم مشرب افراد کی پگڑیاں اچھالنے میں صرف کر رہے ہیں۔ ہماری وہ صلاحیتیں جو دشمنان اسلام اور مخالفین مذہب و مسلک کے رد وطرد میں خرچ ہونا چاہیئے تھیں آج وہ صلاحیتیں صرف اپنوں ہی کے خلاف استعمال کی جا رہی ہیں۔اس کے برخلاف ہمارے بزرگوں خاص کر سرکار اعلیٰ حضرت ، سرکار حجۃ الاسلام ،سرکار مفتی اعظم ہند،سرکار ریحان ملت،سرکاران مارہرہ مطہرہ، ان کے معاصر دیگر خانقاہوں کے مشائخ طریقت اوراس وقت کے علمائے اہل سنت کے زمانہ میں ملکی سطح کی صرف ایک دو تنظیمیں ہی ہوتی تھیں۔مگر ایسی کہ ان کی دھمک پورے ملک کے ہر خطہ میں سنائی دیتی تھی،ان کی طرف سے اٹھائی جانے والی ہر آواز کی گونج ہر جگہ سننے کو ملتی تھی، یہ حضرات اور ان کی یہ تنظیمیں اہل سنت کے مابین ایک مضبوط اور متحدہ پلیٹ فارم تیار کرنے کا کام کرتی تھیں۔ان کے ذریعہ خلوص وللّٰہیت کے ساتھ اہل سنت کی مضبوط اور بے مثال شیرازہ بندی کی جاتی تھی۔یہ حضرات اپنے داخلی مسائل آپس میں بیٹھ کر نہایت عمدگی کے ساتھ سلجھالیا کرتے تھے۔نہ ان کی طرف سے کہیں کوئی ہورڈنگ لگتے اور نہ ہی بینر آویزاں کئے جاتے ۔ یہ نفوس قدسیہ نہایت خاموشی اور حکمت عملی سے اپنا تنظیمی ڈھانچہ تشکیل دے کر بڑے بڑے کام آناًفاناً میں کر ڈالتے تھے۔سب لوگ متحدہ طور پر باطل فرقوں کا بھی مقابلہ کرتے اور دشمنان اسلام کی بھی سرکوبی کا کام انجام دیتے۔ان حضرات کے زمانہ میں جماعت کے اندر مذہب ومسلک اور شریعت کی بالا دستی تھی۔ ہر طرف سنیت کی بہاریں تھیں۔ ہر جگہ فقہ افتاء کا گلستاں لالہ زار تھا۔شریعت اسلامیہ اور فتاویٰ کی عظمت و وقعت تقریباً ہر دل میں جاگزیں تھی۔علماء اور مشائخ کا احترام واکرام اور مذہبی مقامات مقدسہ کا پاس ولحاظ باقی تھا۔افسوس! صد افسوس! آج یہ سب باتیں قصۂ پارینہ نظر آتی ہیں۔ یہ سارے جلوے اب صرف کتابوں اور مضامین کی زینت بن کر رہ گئے ہیں۔

سناتنی سنگھٹنوں کا عروج: اِدھر ہماری مذہبی تنظیمیں اور تحریکیں صرف اور صرف نمائشی، خیالی اور از کار رفتہ بنتی جا رہی ہیں تو وہیں دوسری طرف ہندو مذہب کی سناتنی تنظیمیں روز بروز عروج حاصل کر رہی ہیں۔ان کا تنظیمی ڈھانچہ اس وقت قابل دید اور ان کی فعالیت حیرت انگیز ہے۔ان کا ہر سنگھٹن اس وقت اپنے مذہب اور اپنے مذہبی رسوم ورواج کو زندہ رکھنے اور سناتن دھرم کی بالا دستی کے لیے شب و روز مصروف عمل ہے۔ان کے سماج کا ہر طبقہ اپنے مذہب کو عروج دینے کے لیے ہر سطح پر کوشاں ہے۔ان کے مذہب کا ہر فرد خواہ بوڑھا ہو کہ جوان، مرد ہو کہ عورت ،لڑکا ہو کہ لڑکی ، پڑھا لکھا ہو کہ بے پڑھا لکھا، مزدور ہو کہ کسان ، ملازم ہو کہ تاجر، پولیس میں ہو کہ کورٹ کچہری میں، کرسیٔ اقتدار پر بیٹھا ہو کہ کرسیٔ انصاف پر، انتظامیہ سے وابستہ ہو کہ میڈیا سے، عوامی سنگھٹنوں سے متعلق ہو کہ گورنمنٹی اداروں سے ، اسکولوں اور کالجوں کا ٹیچر ہو کہ یونیورسٹی کا پروفیسر۔ ہر ایک سناتن دھرم کی بالا دستی کے لیے اپنے اپنے میدان میں کام کر رہا ہے۔حد تو یہ ہے کہ کورٹ کچہریوں سے وابستہ افراد بھی اسی سوچ اور اسی ذہن وفکر کے ہوتے جا رہے ہیں۔ ہر محکمے، ہر ادارے اور ہر جگہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہندواور سناتنی دھرم کا مبلغ براجمان ہو۔جبکہ

ہمارے معاشرہ کی حالت تو یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان عصری تعلیم حاصل کر کے کسی عہدے اور کسی اونچی پوسٹ پر پہنچ بھی جائے تو وہ سب سے بڑا اسیکولر ہو جاتا ہے بلکہ اپنے ہی مذہب، اپنی ہی شریعت اور اپنے ہی علماء ومشائخ پر انگلیاں اٹھانے لگتا ہے۔

آر ایس ایس اور اس کی ذیلی مذہبی تنظیموں کی واقعی یہ حیرت انگیز کامیابی ہے کہ انہوں نے ۱۰۰ ؍سال کی جی توڑ محنت اور لگن کے ذریعہ اپنے مردہ اور از کار رفتہ مذہبی رسوم ورواج کو پھر سے زندہ کر دیا۔ ان کی محنت اور اپنے مذہب کے تئیں ان کے خلوص کے ساتھ کام کرنے کا انہیں یہ صلہ ملا ہے کہ آج انہوں نے پورے ملک میں اپنے دھرم کی بالا دستی قائم کر لی۔ ہر ایک کے اندر مذہبی روح پھونک دی۔ ہر برادری اور ہر ذات کو انہوں نے مذہبی بنا دیا۔ ہر جگہ اور ہر طبقہ میں انہوں نے دھارمک اور مذہبی بے داری پیدا کر دی۔ اپنے دھرم کے ہر فرد کے اندر انہوں نے مذہبی جنون پیدا کر دیا۔ ہر ایک کو اپنے مذہب کے تئیں مخلص اور سنجیدہ بنا دیا۔ اپنے ہر مذہبی مسئلہ کے تعلق سے انہوں نے ہر شخص کو بیدار کر دیا۔ ان کے ہر خطہ، ہر گلی، ہر محلے اور ہر بستی میں مذہبی محفلوں کا انعقاد اب نہایت دھوم دھام سے ہونے لگا ہے۔ ان کی عورتیں اور ان کے بچے اس وقت مذہبی رنگ میں رنگے نظر آ رہے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ ان کا ہر فرد اپنے مذہب کا مبلغ وترجمان ہو۔ جو چیزیں اور جو خاصیتیں پرانے زمانے میں مسلم قوم کے اندر پائی جاتی تھیں اب وہ ساری چیزیں ہم سے ختم ہو کر ہندو دھرم سے وابستہ افراد کے اندر آر ایس ایس جیسی تنظیموں نے پیدا کر دی ہیں۔ ان کی ہر حرکات وسکنات میں مذہبی رنگ واضح طور پر نظر آنے لگا ہے۔ دوسری طرف ہمارا معاشرہ روز بروز مذہب بیزار اور مذہبی فرائض وواجبات سے دور ونفور نظر آ رہا ہے۔

ان کی ہر مذہبی شخصیت اپنے دھرم کے پرچار و پرسار، اپنے مذہبی رسوم ورواج کی بالا دستی اور اپنے ہم مذہب افراد کو مذہب کا پابند بنانے میں شب وروز مخلصانہ طور پر کوشاں ہے۔ ان کا ہر قدم اور ان کا ہر کام اس وقت اپنے مذہب کے لیے ہے۔ وہ حکومت سے اپنے لیے مراعات نہیں مانگتے۔ یہ مذہبی رہنما اپنے ذاتی مفادات کے لیے حکومت کے سامنے کاسۂ گدائی لے کر نہیں پھرتے۔ اپنی ذات کے لیے یہ ارباب اقتدار سے اندھیرے اجالے میں نہیں ملتے۔ بلکہ آر ایس ایس اور اس سے وابستہ ہندو دھرم کے پرچارک اور مبلغین حکومت اور ارباب اقتدار سے اپنے مذہب کی بالا دستی کے لیے علی الاعلان آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مراعات مانگتے ہیں اور اپنی مانگیں اور مطالبات منوانے کے لیے اپنے ساتھ کھڑے کروڑوں سروں کا حوالہ دے کر انہیں مجبور کر دیتے ہیں۔ وہ اپنے ذاتی معاملات ومفادات کے لیے اپنے سے وابستہ بھیڑ کے سروں کا سودا نہیں کرتے۔ ہاں! وہ ان سروں کا اور اس بھیڑ کا سودا تو کرتے ہیں مگر سناتن دھرم کی بالا دستی کے لیے اور اپنے مذہبی مقامات کے عروج وارتقاء کے لیے۔

ہندو دھرم کی مذہبی تنظیموں اور تحریکوں کی اپنے مذہب کے لیے مخلصانہ جد وجہد اس وقت قابل دید ہے۔ ہندو دھرم کی تاریخ میں ان مذہبی سنگٹھنوں کے کارنامے بلا شبہ ہندو مؤرخین آب زر سے لکھیں گے۔ دوسری طرف ہماری آنے والی نسل اور اس نسل کے

مؤرخین ہمارے سکوت، ہمارے جامد رویہ، ہماری مفاد پرستی، ہماری تساہلی اور ہماری بے حسی کو کبھی معاف نہیں کریں گے۔ مستقبل میں جب ہندو مؤرخین اپنی تنظیموں اور تحریکوں کی کارکردگی کو داد و تحسین دے رہے ہوں گے تو اس وقت ہمارے مسلم مؤرخین ہمارے اس دور کا مرثیہ لکھ رہے ہوں گے۔ اے کاش! ہمارے یہاں پھر سے کوئی مظہر حجۃ الاسلام اور پرتوِ مفتی اعظم بن کر ہمارے معاشرے کو سنبھالا دے دے۔ پھر کوئی تاج العلماء، صدر الافاضل اور شیر بیشۂ اہل سنت بن کر ہمارے مذہب و مسلک کو عروج و ارتقاء بخش دے۔ پھر کوئی برہان ملت اور مجاہد ملت بن کر فتنۂ ارتداد کی دلدل میں پھنسنے سے ہماری نسل نو کو بچا لے۔ پھر کوئی ریحان ملت بن کر ہمارے ساکت و جامت معاشرہ میں بیداری کی بہار پیدا کر کے اپنے گلشن کو خود ہی سنوارنے کا ہنر اور جذبہ پیدا کر دے۔ اے کاش! اے کاش! اللہ رب العزت اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ اسلاف کرام کا کوئی ایک ایسا عکس جمیل اس وقت ہمارے اندر پیدا فرما دے جو ہماری جماعت کی صحیح قیادت اور ہمارے مذہبی معاشرے کے بکھرتے تانوں بانوں کو سمیٹ سکے۔

واقعی ہمارے معاشرے کے تانے بانے اب بالکلیہ طور پر بکھر کر رہ گئے ہیں۔ ہمارے اندر معاندین نے بہت سارے اپنے جاسوس، چاپلوس اور ملت فروش پیدا کر دیئے ہیں۔ ایک طرف قوم مسلم اور اسلامی معاشرہ کو مخلص محافظ و پاسبان نہ مل پانے کی وجہ سے یہ قوم اور یہ معاشرہ تیزی کے ساتھ روبہ زوال ہو رہا ہے تو دوسری طرف سانسیں گنتے اس کے وجود کو یہ ملت فروش افراد چند سکوں اور چند ذاتی مفادات کے لئے دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں۔ اپنے ہی ہم مذہب اور اپنے ہی ہم مشرب افراد کے خلاف یہ لوگ ارباب اقتدار تک شکایات پہنچا کر انہیں زبردست جانی و مالی نقصان پہنچا کر حکم قرآنی ''وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔''

(ترجمہ: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لیے پہونچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر کھا لو جان بوجھ کر) کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ ان کا یہ کام ملت فروشی بھی ہے اور دین فروشی بھی۔ ایسے لوگوں کو بھی مستقبل کے مؤرخین کبھی معاف نہ کریں گے۔ ان کا ذکر اسی طرح کیا جائے گا کہ جس طرح میر جعفر اور میر صادق جیسے لوگوں کا کیا جاتا ہے۔ حکومت سے ان کی قربت اور ان کی ظالمانہ روش کی وجہ سے آج اگرچہ لوگ ان کے خلاف باتیں کرنے سے کتراتے ہوں مگر دل میں ایسے لوگوں سے دیندار لوگ بے پناہ نفرت رکھتے ہیں۔ ان کو پسند نہیں کرتے اور ان سے میل جول نہیں رکھنا چاہتے۔ ایسے لوگوں کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جب بنام مسلم کوئی فساد اور ظلم و ستم ہوتا ہے تو پھر فسادی اور ظالم افراد یہ نہیں دیکھتے کہ یہ کسی ملت فروش ہمارے اپنے کاسہ لیس کا گھر ہے کہ کسی مخلص و دیندار مسلمان کا۔ بنام مسلم وہ فسادی ٹولہ ایک طرف سے بلا تفریق مخلص و غدار ہر ایک کے گھر میں آگ لگاتا چلا جاتا ہے۔ مصیبت کے وقت میں وہ لوگ بھی ایسے افراد کی کوئی مدد نہیں کرتے کہ جن کی اس نے پوری زندگی کاسہ لیسی کی تھی۔ اللہ رب العزت ہمارے مذہب و مسلک اور ہمارے معاشرے کی حفاظت فرمائے۔

ترجمہ: مجدد اعظم اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ

باب التفسیر

تفسیر: صدر الافاضل حضرت علامہ سید نا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ

پیش کش: مولانا ابرار الحق رحمانی مدھوبنی

ترجمہ: کہاوت اس کی جو اس دنیا کی زندگی میں ۲۱۴ خرچ کرتے ہیں اس ہوا کی سی ہے جس میں پالا ہو۔ وہ ایک ایسی قوم کی کھیتی پر پڑی جو اپنا ہی برا کرتے تھے تو اسے بالکل مار گئی ۲۱۵ اور اللہ نے ان پر ظلم نہ کیا۔ ہاں وہ خود اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں۔ اے ایمان والو! غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ ۲۱۶ وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کرتے، ان کی آرزو ہے جتنی ایذا تمہیں پہنچے۔ بیر (دشمنی) ان کی باتوں سے جھلک اٹھا اور وہ ۲۱۷ جو سینے میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے۔ ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سنا دیں اگر تمہیں عقل ہو ۲۱۸ سنتے ہو! یہ جو تم ہو تم تو انہیں چاہتے ہو ۲۱۹ اور وہ تمہیں نہیں چاہتے ۲۲۰ اور حال یہ کہ تم سب کتابوں پر ایمان لاتے ہو ۲۲۱ اور وہ جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں: ہم ایمان لائے ۲۲۲ اور اکیلے ہوں تو تم پر انگلیاں چبائیں غصے سے۔ تم فرما دو کہ مر جاؤ اپنی گھٹن میں ۲۲۳ اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات۔

تفسیر: ۲۱۴ مفسرین کا قول ہے کہ اس سے یہود کا وہ خرچ مراد ہے جو وہ اپنے علما اور رؤسا پر کرتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ تمام نفقات وصدقات مراد ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ریاکار کا خرچ کرنا مراد ہے کیونکہ ان سب لوگوں کا خرچ کرنا یا نفع دنیوی کے لیے ہوگا یا نفع اخروی کے لیے۔ اگر محض نفع دنیوی کے لیے ہو تو آخرت میں اس سے کیا فائدہ اور ریاکار کو تو آخرت اور رضائے الٰہی مقصود ہی نہیں ہوتی۔ اس کا عمل دکھاوے اور نمود کے لیے ہوتا ہے ایسے عمل کا آخرت میں کیا نفع؟ اور کافر کے تمام عمل اکارت ہیں وہ اگر آخرت کی نیت سے بھی خرچ کرے تو نفع نہیں پا سکتا۔ ان لوگوں کے لیے وہ مثال بالکل مطابق ہے جو آیت میں ذکر فرمائی جاتی ہے۔ ۲۱۵ یعنی جس طرح کہ برفانی ہوا کھیتی کو برباد کر دیتی ہے اسی طرح کفر انفاق کو باطل کر دیتا ہے۔ ۲۱۶ ان سے دوستی نہ کرو۔ محبت کے تعلقات نہ رکھو۔ وہ قابل اعتماد نہیں ہیں۔

شان نزول بعض مسلمان یہود سے قرابت اور دوستی اور پڑوس وغیرہ تعلقات کی بنا پر میل جول رکھتے تھے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ **مسئلہ**: کفار سے دوستی ومحبت کرنا اور انہیں اپنا رازدار بنانا ناجائز وممنوع ہے۔ ۲۱۷ غیظ وعناد ۲۱۸ تو ان سے دوستی نہ کرو ۲۱۹ رشتہ داری اور دوستی وغیرہ تعلقات کی بنا پر ۲۲۰ اور دینی مخالفت کی بنا پر تم سے دشمنی رکھتے ہیں ۲۲۱ اور وہ تمہاری کتاب پر ایمان نہیں رکھتے ۲۲۲ یہ منافقین کا حال ہے۔ ۲۲۳

گلدستۂ احادیث

ترتیب وانتخاب: نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا الحاج الشاہ **محمد سبحان رضا سبحانی میاں مدظلہ العالی**
سربراہ اعلیٰ خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ رضا نگر ،سوداگران بریلی شریف

شب معراج ملائکہ کی امامت

عن ام المومنین عائشة الصدیقة رضی الله تعالیٰ عنها قالت قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: لما اسری بی الی السماء اذن جبرئیل علیه السلام، فظننت الملائکة انه یصلی بهم فقدّ منی فصلیت بالملائکة۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شب معراج جب میں آسمانوں پر تشریف لے گیا تو جبرئیل نے اذان دی، ملائکہ سمجھے ہمیں جبرئیل نماز پڑھائیں گے، جبرئیل نے مجھے آگے کیا، میں نے ملائکہ کی امامت فرمائی۔ (تجلی الیقین، ص ۱۴۷)

شب معراج دیدار خداوندی

عن انس بن مالك رضی الله تعالیٰ عنه قال: ان محمدا صلی الله تعالیٰ علیه وسلم رأی ربه عزوجل۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ (شب معراج) رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

تشریح: میرے جد امجد اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں: حضرت عروہ بن زبیر کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی کے بیٹے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نواسے ہیں آپ حضور نبی کریم ﷺ کو شب معراج دیدار الٰہی ہونا مانتے تھے۔ وانه کان یشتد علیه انکارها۔ یعنی اوران پر اس کا انکار سخت گراں گذرتا۔ (صحیح ابن خزیمہ)

یونہی کعب احبار عالم کتب سابقہ امام، ابن شہاب زہری قرشی ، امام مجاہد مخزومی مکی، امام عکرمہ بن عبداللہ مدنی ہاشمی، امام عطاء ابن ابی رباح قرشی مکی استاذ امام ابوحنیفہ، امام مسلم بن صبیح، ابوالضحی کوفی وغیرہم جمیع تلامذہ عالم قرآن حبر الامۃ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی یہی مذہب ہے۔

علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض میں فرماتے ہیں: الاصح الراجح انه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم رأی ربه بعین رأسه حین اسریٰ به کما ذهب الیه اکثر الصحابة۔

مذہب اصح وارجح یہی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب اسرا اپنے رب کو بچشم سر دیکھا جیسا کہ جمہور صحابہ کرام کا یہی مذہب ہے۔

امام نووی شرح مسلم میں پھر علامہ محمد بن عبدالباقی شرح مواہب میں فرماتے ہیں: الراجح عند اکثر العلماء انه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم رأی ربه بعین رأسه لیلة المعراج۔

جمہور علماء کے نزدیک راجح یہی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کو انہیں آنکھوں سے دیکھا۔ (منبہ المنیہ ص ۶)

فتاویٰ منظر اسلام

ترتیب، تخریج، تحقیق:- حضرت علامہ مفتی محمد احسن رضا قادری، سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

ٹخنوں سے نیچے پائجامہ پہن کرنماز پڑھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) نماز کا آخری وقت ہے، ایک شخص کا پائجامہ نیچا ہے جس سے ٹخنے بالکل چھپے ہوئے ہیں۔ زید کا کہنا ہے کہ اسی طرح نماز پڑھ سکتے ہو، اس کو گھرسنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ مجبوری ہے۔ بکر کا کہنا ہے کہ اس کو گھرس لو تا کہ ٹخنے کھل جائیں۔ نہیں تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ زید کا کہنا ہے کہ گھرسنے سے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ ان میں سے کس کا کہنا صحیح ہے۔

(۲) زید کا کہنا ہے کہ عمامہ یا رومال سر پر باندھنے سے اوپر ٹوپی کھلی رہے تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ بکر کا کہنا ہے کہ ٹوپی سے سر چھپا ہوا ہے تو نماز مکروہ تحریمی کیوں ہوگی؟ اس میں کون حق پر ہے جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: شمشاد احمد موضع پدارتھ پور ضلع بریلی شریف

الجواب: تہبند یا پائجامہ کا گٹوں سے نیچے رکھنا اگر براہ تکبر ہو تو حرام ہے اور اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی اگر از راہ تکبر نہیں تو نماز مکروہ تنزیہی اور نماز میں اس کی رعایت نہ کرنا خلاف اولیٰ ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے: صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! میرا تہبند لٹک جاتا ہے جب تک میں اس کا خاص لحاظ نہ رکھوں تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم ان لوگوں میں سے نہیں جو براہ تکبر ایسا کریں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:ان لم یکن للخیلاء ففیه کراهة تنزیهیة۔

(۲) عمامہ اس طرح باندھنا کہ بیچ سر کھلا رہے اعتجار کہلاتا ہے اور اعتجار مکروہ تحریمی ہے۔ ٹوپی ہو یا نہ ہو اور اگر بے ٹوپی عمامہ باندھا تو یہ خلاف سنت ہے۔ حدیث شریف میں ہے: فرق ما بيننا وبين المشركين العمائم على القلانس۔ یعنی ہم میں اور مشرکین میں ایک فرق یہ ہے کہ ہمارے عمامے ٹوپیوں پر ہوتے ہیں۔ اعتجار کے سلسلہ میں ردالمحتار میں ہے قوله والاعتجار لنهى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عنه وهوشد الراس او تكوير عمامته على راسه وترك وسطه مكشوفاً و كراهته تحريمته ايضا لما مر واللہ تعالیٰ اعلم۔

ساڑی پہن کرنماز پڑھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

زید کا کہنا ہے کہ ساڑی پہن کر عورت نماز پڑھ سکتی ہے اور بکر کا کہنا ہے کہ ساڑی پہن کر نماز نہیں پڑھ سکتی۔ شریعت کا حکم بیان فرمائیں۔

المستفتی محمد اسمٰعیل، قصبہ گہنی ضلع بریلی شریف

الجواب: جہاں مسلمانوں میں ساڑی پہننے کا رواج نہیں ہے وہاں ساڑی باندھنا مکروہ ہے۔ اور ایسے کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ بہتر نہیں ہے جبکہ اس کے باندھنے سے بے ستری نہ ہو اور اگر ساڑی اس طرح سے باندھی کہ پیٹ یا پیٹھ کا کچھ حصہ کھلا رہا یا اوپر بلائز وغیرہ پہنا جس سے ہاتھ یا سر کھلا رہا تو اس صورت میں یہ دیکھا جائے گا کہ چوتھائی عضو کھلا رہا تو نماز نہ ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ قاضی عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

دارالافتاء منظر اسلام بریلی شریف، ۲۳ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

”مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے“

از۔حضرت علامہ مفتی محمد ارسلان رضا خاں قادری ازہری، رضوی دارالافتاء مرکز اہل سنت بریلی شریف

تین دن سے مطالعہ کی کی میز پر تازہ ترین مطبوع کتاب ”تاریخ مدینہ“ ہے، جس کے سرورق پر بحیثیت مصنف ایک ایسی شخصیت کا نام درج ہے، جس کی تصنیف سے زیادہ اس کی تدریس کا شہرہ تھا، جس کے فتویٰ سے بڑھ کر اس کے تقویٰ کا چرچہ تھا، جس کے علم سے بڑھ کر اس کے عمل کا ولولہ تھا، جس کے قال سے بڑھ کر اس کے حال کا غلغلہ تھا، یعنی فاضل السنۃ مشرقیہ، مظہر مفتی اعظم ہند، صدر العلماء علامہ تحسین رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، زیر تبصرہ کتاب تو ساڑھے تین سو سے زائد صفحات پر ختم ہوئی مگر قاری کی نگاہ نے اسے تین دن میں ختم کر ڈالا، حضرت موصوف علیہ الرحمہ سے منسوب اس کتاب کے منظر عام پر آنے کا جب سے ذکر سنا، ذوق مطالعہ تب ہی سے اسکا منتظر اور نگاہ شوق اسی وقت سے چشم براہ تھی، زیور طبع سے آراستہ ہونے کے بعد اس قدر اشتیاق بڑھا کہ دل چاہتا تھا کہ کتاب یا تو شوق کے قدموں سے چل کر ہم تک آجائے یا ذوق وشوق کے پروں سے اڑ کر ہم اس تک پہنچ جائیں، کواں پیاسے کے پاس آجاتا یا پیاسا کوئیں کے پاس چلا جاتا، بہر حال ایک کرم فرما کے کرم سے کنواں ہی پیاسے کے پاس آگیا۔ تمام کتابوں کے جاری مطالعے کو ایک حد تک پہنچا کر بند کیا اور اوراق گردانی شروع کی، متذکرہ کتاب کی سیر کا شوق مجھے اس لئے بھی تھا کہ صاحب کتاب حضرت تحسین ملت کی مصاحبت ومجالست سے اکتساب واستفادہ کرنا تھا۔ کہتے ہیں ”الکتاب خیر جلیس و افضل انیس“۔ کسی بھی کتاب کا مطالعہ اس کے مصنف کے ساتھ قاری کی بہترین صحبت ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ انسانی سیرت کی پاکیزگی، اخلاق کی بلندی اور کردار کی پختگی کا مؤثر ذریعہ اچھی صحبت ہے، حدیث پاک میں اچھی اور بری صحبت کی نہایت ہی معنی خیز اور بلیغ مثال ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے: ”مثل الجلیس الصالح و الجلیس السوء کحامل المسك و نافخ الکیر فحامل المسك اما ان یحذیك و اما ان تبتاع منه و اما ان تجد منه ریحاً طیبة و نافخ الکیر اما ان یحرق ثیابك و اما ان تجد منه ریحاً منتنة“ (اچھے اور برے ہم نشین کی مثال مشک فروش اور بھٹی دھونکنے والی کی سی ہے۔ مشک فروش تمہیں یا تو مشک ہبۃً دے دے گا یا تم بقیمت اس کو خرید لوگے ورنہ کم سے کم تم کو مشک کی خشبو ہی سونگھنے کو مل جائے گی۔ لیکن بھٹی دھونکنے والا یا تمہارے کپڑے جلا دے گا یا اس کی بدبو تم پاؤ گے)۔

یقیناً کسی بھی کتاب کا مطالعہ قاری کے لئے صاحب کتاب کے ساتھ اتنی دیر کی صحبت ہے جتنی دیر وہ محو مطالعہ ہے، کسی نے بہت خوب اور بجا ہی کہا ہے:

در سخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگ گل
ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

بلا شبہ ایک شاعر اپنے اشعار میں، ایک مضمون نگار وقلم کار

اپنے مضمون و مقالے میں اور ایک مصنف و مؤلف اپنی تصنیف و تالیف میں پھول میں خشبو کی طرح، جسم میں روح کی طرح پوشیدہ و مخفی ہوتا ہے۔

مجھے چونکہ حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی حیات میں ان کی علمی صحبت نصیب نہ ہوئی اسی لئے بذریعہ مطالعہ ان کی صحبت اختیار کرنے اور ان سے علمی پیاس بجھانے کا بے حد اشتیاق تھا تا کہ ان کی ہم نشینی کا جمال مجھ خاک پر بھی اثر کر جائے اور مشک و عبیری کی دل آویز خوشبو سے میں بھی مست ہو جاؤں۔ مشہور جاہلی شاعر طرفہ اپنے معلقہ میں کہتا ہے:

عن المرء لا تسئل و ابصر قرينه

فان القرين بالمقارن مقتدی

اذا كنت فی قوم فصاحب خيارهم

ولا تصحب الاردی فتردی مع الردی

(یعنی اگر تمہیں کسی شخص کے متعلق تحقیق مقصود ہو تو اس کے ہم نشیں کو دیکھو کیونکہ دوست اپنے ہم نشینوں کا متبع ہوتا ہے، جیسے ہم نشیں ہوں گے ویسا ہی وہ شخص ہوگا۔ جب تم کسی قوم میں ہو تو اس قوم کے اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرو، بے کار لوگوں کی صحبت میں نہ بیٹھو ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔)

تو اتنے دنوں راقم نے خیر جلیس اور افضل انیس کی صحبت و مجالست اختیار کی اور اس صحبت کا یہ نتیجہ ہوا کہ قلب یاد مدینہ سے معمور ہو گیا، شوق زیارت طیبہ میں تڑپ اٹھا، تصورات کی دنیا میں چودہ صدیاں پیچھے کا سفر طے کر گیا، ایک ایک حکایت، ایک ایک واقعہ، ایک ایک حادثہ نگاہوں کے سامنے گردش کرنے لگا۔ بات شروع ہوتی ہے طوفان نوح کے بعد جب اولاد نوح میں سے عمالقہ اس شہر پاک میں آ کر آباد ہوتے ہیں اور جیسا کہ حدیث پاک میں آیا کہ مدینہ بد باطن اور برے لوگوں کو میل کی طرح چھانٹ دیتا ہے تو جس قوم میں برائی آتی گئی مدینہ انھیں جلاوطن کرتا گیا۔ کبھی عمالقہ کو چھانٹا گیا (با اختلاف روایت) کبھی اولاد ثعلبہ کو نکالا گیا اور آخر میں یہود کی باری آئی۔ تو اس کتاب کے باب اول و دوم میں ہم نے اس خطہ پاک میں عمالقہ سے بنی ثعلبہ اور بنی ثعلبہ سے بنی اسرائیل اور بنی اسرائیل سے مسلمانوں کو بچشم دل آباد ہوتے دیکھا۔

یوں ہی اس شہر پاک کو یثرب سے دار الہجرہ، دار الہجرہ سے مدینہ اور مدینہ سے مدینہ منورہ، طیبہ طابہ، اور ہر عاشق کے دل کی دھڑکن بنتے دیکھا۔ اور پھر ایک عاشق کو یہ بھی پکارتے سنا۔ ؎

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

اسی طرح شاہ تبع کا خط میزبان رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ تک پہنچتا اور پھر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو بمشیت الٰہی ان کے یہاں نزول اجلال فرماتے بھی بچشم تصور ملاحظہ کیا۔ یوں ہی نگاہ تصور سے دار الندوہ کا اجلاس دیکھا، قتل کی سازشیں ہوتی دیکھیں اور بالآخر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو ثانی اثنین، صاحب غار کے ساتھ قصواء پر سوار ہو کر ہجرت کرتے مشاہدہ کیا۔ یہ سب اور اس کے علاوہ بہت کچھ کتاب کے باب اول و دوم کے سطور میں ملاحظہ کیا۔

باب سوم میں سال در سال کے واقعات علیحدہ علیحدہ بیان ہوئے ہیں جس سے ان واقعات اور ان کے سال وقوع کو یاد رکھنا

آسان ہے، مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع بھی بڑے دل کش پیرائے میں بیان ہوئی ہے، توسیع اور تعمیر مسجد نبوی کے مراحل وادوار پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، حرم شریف کے ستونوں کی تاریخی حیثیت اور ان کے مقام کا تعین پرانی تاریخی کتب سے فرمایا گیا ہے۔ پانچ سو سال پہلے کی کتابوں سے آج کے زمانے میں اسطوانات اور ستونوں کا تعین تو بہت مشکل ہے البتہ سلطان عبد المجید عثمانی کے دور امارت میں تعمیر کے دوران ان ستونوں کا مقام انتہائی حزم واحتیاط کے ساتھ تحری سے معلوم کرلیا گیا تھا اور آٹھوں ستونوں پر خوبصورت خط و کتابت سے ان کے نام درج کردئے گئے تھے جو آج بھی سعودی حکومت میں باقی ہیں۔

مصنف علیہ الرحمہ نے ''استطوانة التهجد '' کے متعلق جہاں حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا قول نقل فرمایا کہ یہ اب تک موجود ہے، وہیں حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''ممکن ہے کہ مولانا عبد الحق کے زمانے تک وہ ستون رہا ہو، جدید تغیرات میں تو شاید یہ سب چیزیں تاریخ کے صفحات ہی تک ملیں گی۔ کاش کہ سرکار دوعالم ﷺ پھر یاد فرمالیں اور اگلی پچھلی عمارت کی تطبیق کا موقع مل جائے تو زائرین پر ماضی حال سب واضح کردئے جائیں''۔

(تاریخ مدینہ، ص:۲۰۱)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بہت سے ستونوں کے مقامات کا تعین مصنف علیہ الرحمہ کے زمانہ تصنیف تک نہیں تھا۔

(کتاب میں استطوانہ متعدد مقامات پر ''ت'' کے ساتھ استوانہ لکھ دیا گیا ہے جبکہ اردو میں اس کا صحیح املا ''ط'' سے ہے۔ کسی لغت میں استوانہ بمعنی ستون نہیں)۔

تعمیر و توسیع مسجد نبوی کی تاریخ: مسجد نبوی شریف کی تعمیر کا آغاز ۱۸۔ ربیع الاول سن اھ کو ہوا اور پہلی توسیع خود حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے بعد فتح خیبر ۷ھ میں فرمائی، دوسری توسیع خلیفہ ثانی کے دور خلافت میں ۱۷ھ میں ہوئی مگر یہ تعمیر و توسیع حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تعمیر کے خطوط ونقوش اور انھیں بنیادوں پر تھی، کتب تاریخ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے اور خود مصنف علیہ الرحمہ نے بھی لکھا ہے کہ اس زمانے میں عام طور پر مسلمانوں کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تعمیر میں تغیر وتبدیلی بالکل پسند نہ تھی، وہ حضور علیہ السلام کی تعمیر کو نہایت ہی متبرک وانتہائی محترم تصور کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب تیسری توسیع کا موقع عثمانی دور خلافت میں آیا تو عام طور پر مسلمان اس جدت وحسن و جمال اور نقش و نگار سے نالاں و ناراض تھے بالخصوص سرکاری تعمیر کے انہدام اور پرانی بنیادوں کے کھود جانے سے۔ یہاں تک کہ حضرت کعب احبار کا یہ قول بھی روایتوں میں ملتا ہے کہ '' کاش یہ تعمیر مکمل نہ ہو''۔

چوتھی توسیع عمر ابن عبد العزیز نے خلیفہ ولید ابن عبد الملک کے حکم سے ۸۸ھ میں کی۔ پانچویں توسیع عہد عباسیہ میں بحکم ابو عبد اللہ محمد المہدی ۱۶۱ھ میں ہوئی۔ اس مقام پر کتاب کے ص: ۱۱۷ پر لکھا ہے کہ '' یہ اضافے ۱۶۶ھ سے ۱۶۱ھ تک ہوئے'' یہ بھی کتابت کی غلطی ہے۔ ورنہ یہ اضافے ۱۶۱ھ سے ۱۶۵ھ تک ہوئے۔ کتاب میں اس پانچویں تعمیر و توسیع کے بعد صاحب کتاب نے نجدی اور سعودی توسیعات کا ذکر شروع فرمادیا حالانکہ درمیانی مدت میں اور بھی ترمیمات واصلاحات کے ساتھ ساتھ توسیعات بھی ہوئی ہیں۔

غالبًا اس کی وجہ یہ ہے کہ پانچویں توسیع کے بعد انتہائی وسیع پیمانے پر توسیع وتعمیر انھیں نجدیوں کے دور حکومت میں ہوئی۔

پانچویں توسیع ۱۶۵ھ کے بعد ۶۵۴ھ میں ترمیم واصلاح کے کام کا آغاز ہوا جو کہ عہد عباسیہ میں مستعصم باللہ کے حکم سے شروع ہوا اور اختتام وتکمیل عہد ملوکیہ میں ظاہر بیبرس نے کرائی۔ اس دور میں صرف ترمیم واصلاح ہوئی، تعمیر وتوسیع میں کوئی اضافہ نہ ہوا۔ یوں ہی ۸۸۱ھ میں قاتیبای نے سوائے اصلاح کے کوئی اضافہ نہ کیا البتہ چھٹی توسیع ۸۸۶ھ تا ۸۸۸ھ اسی نے کرائی۔ جس میں زمین کا رقبہ ۸۸۹۰ مربع میٹر سے ۹۰۱۰ مربع میٹر کر دیا گیا۔

پھر ساتویں قابل ذکر ونمایاں توسیع ۱۲۶۵ھ میں عہد عثمانیہ میں بحکم سلطان عبد المجید عثمانی ہوئی جس میں زمین کا رقبہ بڑھا کر ۱۰۳۰۳ مربع میٹر کر دیا گیا اور مناروں میں ایک مینارہ کا اضافہ کیا یعنی چار سے پانچ کر دئے۔ پھر آٹھویں توسیع ۱۳۷۲ھ سے ۱۳۷۵ھ تک (مطابق ۱۹۵۲م تا ۱۹۵۵م) سعودی حکومت میں عہد عبد العزیز ابن سعود کے حکم سے ہوئی۔ زمین کا رقبہ ۱۰۳۰۳ سے بڑھا کر ۱۶۳۲۷ مربع میٹر کر دیا گیا، دروازے پانچ سے دس کر دئے گئے اور میناروں کی تعداد پھر چار کر دی گئی۔

مصنف علیہ الرحمہ کے زمانہ تصنیف تک یہی آخری توسیع ہوئی، اس مقام پر کتاب میں لکھا ہے کہ ''تعمیرات عامہ کا مدیر عام محمد بن لاؤن ہے'' یہ بھی غالبًا کتابت ونسخ کی غلطی ہے۔ ''بن لاؤن'' نہیں بلکہ محمد بن عوض بن لادن ہے، یہ شخص بدنام زمانہ ارہابی اسامہ بن لادن کا باپ تھا۔

نویں اور آخری توسیع: آج ہمارے زمانے تک جو آخری تعمیر و توسیع موجود ہے، وہ ۱۴۰۶ھ سے ۱۴۱۴ھ تک مطابق ۱۹۸۵ء تا ۱۹۹۴ء بحکم فہد ابن عبد العزیز ہوئی، اس توسیع میں بے انتہا اضافے کئے گئے، زمین کا رقبہ ۱۶۳۲۷ مربع میٹر سے ۹۸۳۲۷ مربع میٹر تک وسیع کر دیا گیا۔ اور ۲۳۵۰۰۰ مربع میٹر چوک بنا دی گئی۔ کتاب کا زمانہ تصنیف چونکہ اندازے کے مطابق ۱۹۷۷ء سے پہلے کا ہے اس لئے اس توسیع کا اس میں ذکر نہیں ہے، یہ توسیع ۱۹۸۵ء سے ۱۹۹۴ء کے درمیان ہوئی، دروازوں کی تعداد ۱۰/ سے ۴۲، اور منارات ۴/ سے ۱۰/ کر دیے گئے۔

(توسعة المسجد النبوی الشریف فی العهد السعودی الزاهر، محمد هزاع الشهری ص ۸۲۵)

تاریخی حوادث وواقعات: اس سلسلے میں کئی قابل ذکر حوادث درج کتاب ہیں۔ ایک تو نقل جسد اطہر کا ناپاک وشیطانی خیال، یہ فاسد خیال، شیطان نے اپنے چیلوں کے دل میں کئی بار القا کیا ہوگا مگر اس بارے میں عملی کوشش تاریخ میں تین بار ہوئی اور تینوں دفعہ سخت عجیب اور ہولناک حوادث دنیا میں رونما ہوئے، ان میں سلطان نور الدین زنگی کا واقعہ مشہور ومعروف اور زبان زد عوام وخواص ہے اور ایک اور واقعہ جس سے تمام تاریخی کتب مملو ہیں، وہ سن ۶۵۴ھ میں ظہور آتش از ارض حجاز ہے، حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے بھی اسکا تفصیل سے ذکر فرمایا ہے، اس آگ کا ظہور علامات قیامت سے ہے اور غیب داں نبی نے ساڑھے چھ سو سال قبل اس کی پیشن گوئی فرما دی تھی: ''لا تقوم الساعة حتی تخرج نار من ارض

الحجاز تضئی بھا اعناق الابل ببصری"

امام نووی فرماتے ہیں کہ اہل شام کے نزدیک اس آگ کا خروج بتواتر ثابت ہے، امام قرطبی، امام ابن حجر عسقلانی، علامہ ابوشامہ، امام قسطلانی وغیرہ سبھی نے اپنی اپنی تاریخ میں اس کی صفت بیان فرمائی ہے، بعض لوگوں نے اس آگ کی سائنسی، عقلی اور منطقی توجیہ کرنے کی بھی کوشش کی ہے اور سائنسی اصول ونظریات سے حضور علیہ السلام کی تقریباً ساڑھے چھ سو سال پہلے کی گئی پیشن گوئی کی صداقت، حقیقت اور حقیت ثابت کرنے کی سعی کی ہے۔

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک سرزمین حجاز سے آگ نہیں نکل آتی جس سے بصریٰ میں اونٹنیوں کی گردن روشن ہوجائے گی۔

ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ یہ آگ آتش فشاں پہاڑ کے آتش برسانے کے سبب نظر آئی تھی، اسی وجہ سے تاریخی کتابوں میں اس آگ کی یہ صفت بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ پانی کی طرح بہہ رہی تھی، (اور لاوا پانی کی طرح بہتا ہے) اور آتش فشاں جب پھٹتا ہے تو اس سے پہلے ایک شدید زلزلہ آتا ہے۔ سن ۶۵۴ھ مطابق ۱۲۵۶ء کے آتش فشاں کے پھٹنے کا خلاصہ جن مؤرخین کے کاموں پر مبنی ہے وہ یہ ہیں:

(۱) ابوشامہ (۶۵۶ھ، واقعہ خروج آتش کے ۱۱/ سال بعد انتقال ہوا)

(۲) المطری (۶۷۴ھ-۷۴۱ھ)

(۳) ابن کثیر (۷۰۱ھ-۷۷۴ھ)

(۴) سمہودی (۹۱۱ھ)

(۵) الحنفی (وفات ۹۸۸ھ یا ۹۹۰ھ)

اس حادثے کا خلاصہ: یکم جمادی الآخرہ ۶۵۴ھ مطابق ۲۶ جون ۱۲۵۶ء کو ایک صاف نیلے آسمان والے دن، دور سے گرج کی آواز مدینہ منورہ میں سنائی دی۔ گرج جیسی آواز دو دن جاری رہی، یہاں تک کہ بروز بدھ ۳/ جمادی الآخرہ ۶۵۴ھ مطابق ۲۸ جون ۱۲۵۶ھ کی صبح تک ایک زوردار دھماکہ ہوا جس کے بعد ایک زوردار زلزلہ آیا جس نے شہر کی عمارتوں کو کئی گھنٹوں تک ہلا کر رکھ دیا، لوگ خوف زدہ ہو گئے اور پناہ لینے کے لئے مسجد نبوی کی طرف بھاگے، روزانہ دس سے چالیس زلزلوں کے جھٹکے تین دن تک جاری رہے، جمعہ کی صبح یعنی ۵/ جمادی الآخرہ ۶۵۴ھ مطابق ۳۰/ جون ۱۲۵۶ء کو ایک زبردست زلزلہ آیا جس سے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے مینار اور چھت لرز اٹھی مگر زلزلے کے جھٹکے رک گئے۔ اس کے بعد "الحرۃ" (لاوا کے میدان) میں شرقیہ کے راستے پر ایک زبردست آگ بھڑک اٹھی، "قریضہ" کے قریب جو مدینہ منورہ کے مشرق میں آدھے دن کا پیدل سفر (۲۰-۳۰ کلومیٹر) ہے، تمام آبادی آگ کو دیکھ رہی تھی کہ ایک بڑا دھواں نکلا اور آسمان پر اٹھا اور سفید بادلوں میں جمع ہوگیا جو غروب آفتاب سے کچھ دیر پہلے تک موجود رہا۔ جیسے ہی سرخ شعلے آسمان پر اٹھے، رات کا آسمان سرخ ہوگیا۔ آگ اس وقت تک موجود رہی جب تک کہ اس کی شدت اور شعلے کم نہ ہوگئے۔ تاہم کئی دنوں تک آگ بھڑکتی رہی اور وہ اپنی طول وعرض میں ایک عظیم پہاڑ یا ایک عظیم شہر کی مانند تھی، جسے مسلسل لاوا خارج کرنے والے چشموں سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد آگ سیلاب کی طرح وادی "احیلین" میں بہتی ہوئی نیچے کی طرف وادی "شظاۃ" کی سمت میں

چلی گئی۔

HISTORICAL ACCOUNTS OF THE AD1256 ERUPTION NEAR AL-MADINAH,PAGE 11

باب ششم در فضائل مسجد نبوی: متعدد احادیث کے معانی میں تطبیق دے کر یہ نتیجہ برآمد فرمایا کہ حرم مسجد میں ایک نماز کا ثواب عام مساجد کی ایک لاکھ نمازوں کے برابر یا اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ مسجد الحرام میں نماز کا ثواب زیادہ ہے یا مسجد نبوی کے برابر ہی ہے اس سلسلے میں علماء قائلین مساوات اور علماء قائلین افضلیت مسجد حرام کے اقوال و دلائل نقل فرما کر ان میں عمدہ جمع و تطبیق دینے کی سعی کی ہے۔ پھر حضور علیہ السلام سے نسبت رکھنے والی بعض مساجد کا ذکر فرمایا: مسجد قبا، مسجد جمعہ، مسجد فضیخ، مسجد بنو قریضہ، مسجد بنی ظفر، مسجد اجابہ، مسجد البقیع، مسجد طریق السافلۃ، مصلی العید (مسجد غمامہ)، مسجد فتح، مسجد القبلتین، مسجد الذباب (مسجد الرایہ)، مسجد الفسح، مسجد عینین، مسجد السقیا وغیرہ۔

پھر سبھی کی وجہ تسمیہ، وجہ مزیت وفضیلت، تاریخی حیثیت اور جائے وقوع کی نشاندہی فرمائی۔ اس باب میں کئی جگہ ''مسجد فضیخ'' کو مسجد 'فضیح' لکھ دیا گیا ہے، یہ بھی کتابت کی غلطی ہے، 'فضیح' کہتے ہیں عیب و برائی کو مگر یہاں 'فضیح' نہیں 'فضیخ' بمعنی شراب ہے، آگے خود مصنف علیہ الرحمہ نے اس کی وجہ تسمیہ کی صراحت فرمائی ہے کہ فضیخ ایک قسم کی شراب ہوتی تھی جو حضرت ابو ایوب انصاری کے ساتھ تھی۔ بعض صحابہ نے قبل حرمت یہاں پی تھی کہ شراب کی حرمت آ گئی تو شراب کا مشکیزہ فورا یہیں لوٹ دیا گیا، اسی لئے یہ مسجد مسجد فضیح (فضیخ) کہلاتی ہے۔

پھر قابل زیارت کنوؤں کا ذکر آیا، سید سمہودی کے زمانے تک تیس کوئیں باقی تھے جن کی لوگ زیارت کرتے تھے اور مصنف علیہ الرحمہ کے زمانے تک صرف سات باقی تھے، وہ یہ ہیں:

(۱) پہلے بیر'اریس' کا بیان ہے جسے 'بیر الخاتم' بھی کہا جاتا ہے، بیر خاتم کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کوئیں میں حضرت ذوالنورین سے وہ خاتم (انگوٹھی) گر پڑی تھی جو حضور نبی کریم ﷺ سے حضرت ابوبکر اور حضرت ابوبکر سے حضرت عمر اور حضرت عمر سے ان تک پہنچی تھی (رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین)، مصنف علام نے فرمایا کہ تین روز مسلسل انگوٹھی کی، اس کوئیں میں تلاش جاری رہی، کسی صورت نہ ملی اور اس وقت سے آپ کی خلافت میں فتنے اٹھنا شروع ہو گئے۔ پھر نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے وسعت علم اور پیشن گوئی بیان کی اور مزید رقم طراز ہیں کہ ''یہ بھی دنیائے اسلام نے مان لیا ہے کہ سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کی انگشتری مبارک میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کی طرح کوئی راز پنہاں تھا، حضرت سلیمان علیہ السلام کی جب انگوٹھی گم ہوئی تو آپ کی سلطنت میں زوال شروع ہو گیا تھا اور جب سرکار علیہ السلام کی انگوٹھی کوئیں میں گری تو فتنے جاگ اٹھے''۔ راقم غفرلہ عرض کرتا ہے کہ اسی طرح حضور علیہ السلام کی اونٹنی (قصوا) بھی ناقۂ صالح علیہ السلام سے کم نہ تھی، بات دراصل یہی ہے کہ ؎

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یہ کنواں مصنف علام کے وقت تالیف تک رہا ہوگا، اسی

لئے فرماتے ہیں کہ ''اب اترنے کا راستہ بند ہے اور اوپر کی عمارت بھی ندارد ہے'' (ص: ۳۰۵) مگر فی زمانہ نجدی حکومت نے یہ کنواں عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز کے حکم سے معدوم کرا دیا ہے، ایک علامتی پتھر فرش پر لگا دیا گیا ہے اور بس۔ وہابیوں کو اس کوئیں سے بھی شرک و بدعت کی بو آنے لگی اور حفظ توحید کے زعم میں اسے نیست و نابود کر دیا، بن باز نے مفتی دیار سعودیہ کو اس متبرک و مقدس یادگار کو ختم کرنے کے لئے ایک خط بھی لکھا تھا، وہ یہ ہے:

''عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز کی طرف سے سماحۃ الوالد شیخنا شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ کے نام: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے معلوم چلا ہے کہ ان دنوں شہر مدینہ میں بیر خاتم پر دوبارہ قبہ بنانے کے لئے کچھ حرکت ہو رہی ہے، پھر مضبوط ذرائع سے مجھے اس خبر کی صحت کا علم ہوا، اس وجہ سے میں نے امیر مدینہ سے رابطہ کر کے انھیں بتایا کہ یہ کام ہرگز جائز نہیں ہے، جو چیز جائز بلکہ واجب ہے وہ یہ ہے کہ اسے دفن اور نیست و نابود کر کے سطح زمین سے ملا دیا جائے تا کہ میدان میں وسعت ہو جائے اور جاہلوں کے لئے اس سے تبرک کی کوئی صورت باقی نہ رہے''۔

(فتاوی ابن باز)

لاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سرکار اعلیٰ حضرت بجا فرماتے ہیں۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

مصنف علیہ الرحمہ کے الفاظ میں ان کا ایک جملے میں جواب یہ ہے کہ انہیں یہ مغالطہ ادب و عبادت میں فرق نہ کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔

ان وہابیوں کی اسی شریعت جدیدہ اور اصل و قاعدہ کی بدولت آج مدینہ منورہ میں ایسے آثار و مقامات کی تعداد بہت ہی کم ہے جو پرانے زمانے کی یادگار ہوں۔

البتہ (۲) بیر غرس، (۳) بیر رومہ اور (۴) بیر العہن ابھی ان کی دست تعدی سے محفوظ ہیں، دیکھئے کتنے دن رہیں، (۵) بیر بضاعہ کے بارے میں مصنف نے لکھا کہ ''اب یہ کنواں کسی کے باغ کے اندر آ گیا ہے، زیارت ہونا بھی دشوار ہے'' (ص ۳۰۸)۔ دشوار ہی نہیں اب تو محال ہے کیونکہ اب یہ ایک ہوٹل (فندق انوار المدینۃ الموفنبیک) میں شامل ہو گیا ہے، یہاں زمین پر کوئی علامتی پتھر بھی نہیں۔

(۶) بیر بصۃ جیسا کہ کتاب میں لکھا ہے کہ ''بقیع کے قریب قبا کے راستے میں ہے۔ مدینہ پاک کی شہر پناہ کے نیچے وہیں یہ کنواں ملے گا'' اور آج اس مقام تک پہنچنے کا آسان ذریعہ یہ ہے کہ یہ کنواں ''البیک'' ہوٹل کی عمارت میں فوارے کی شکل میں موجود ہے۔

(۷) بیر حاء کے متعلق فرمایا کہ ''اب یہ کنواں ایک باغیچہ میں ہے''، غالبًا فہد بن عبد العزیز کی توسیع سے پہلے کسی باغیچے میں رہا ہو، اب یہ مسجد نبوی شریف میں آ گیا ہے اور فرش پر ایک مستدیر علامت بنا دی ہے۔

(باب ہفتم در فضائل جنت البقیع وغیرہ)

پہلی ہستی جسے جنت البقیع میں دفن ہونے کا شرف حاصل ہوا، وہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، کتاب میں مسطور ہے کہ ''ان کی روح پرواز ہونے کے بعد سرکار دو عالم ﷺ نے ان کی پیشانی کا بوسہ لیا''۔ تقبیل پیشانی میت کے جواز پر تو کوئی کلام نہیں کہ الاصل فی الاشیاء الاباحۃ، مگر اس کا مسنون ہونا حدیث پاک کے مطالعہ سے پہلے ہی کم سنی میں معلوم ہو چکا تھا، جب خود

مصنف علیہ الرحمہ کے بعد وصال، راقم نے ان کے برادر بزرگوار (حضرت امین شریعت علیہ الرحمہ) کو ان کی پیشانی کا بوسہ لیتے مشاہدہ کیا تھا، حدیث پاک کی عملی تصویر اور وجود مشہودی، قبل از وجود تحریر و تعبیری اسی وقت ملاحظہ کی تھی، بیشک ان بزرگ و مقتدیٰ و مقتدر ہستیوں کے اعمال اصل اور دلیل پر قائم ہوتے ہیں، بلاشبہ ان کی حیات سنت مصطفے علیہ التحیہ والثنا کا آئینہ دار ہوتی ہیں۔ اس باب میں ایک مقام پر حضرت فاطمہ الزہرا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنھما کے درمیان دعویٰ مشاجرات کی قلعی بھی کھولی ہے۔ پھر آداب حاضری بقیع کا بیان اور صحابہ و اہل بیت عظام کے مقام قبور کی نشاندہی فرمائی ہے۔

(باب ہشتم در زیارت مزار مبارک و حیات النبی علیہ الصلوٰۃ السلام)

تیرہویں صدی سے قبل یہ مسئلہ متفق علیہا تھا، بعد میں ابن عبدالوہاب نجدی علیہ ما علیہ وغیرہ نے شرک و بدعت کا کھیل شروع کر دیا۔ مصنف علیہ الرحمیہ نے آیات و احادیث اور دلائل و براہین سے ان کے زعم باطل کا بطلان ظاہر فرمایا ہے، اس باب میں نقلی و عقلی دلائل سے وہابیت کا رد فرمایا ہے جو شایان مطالعہ ہے اور آخر میں زیارت سرکار رسالت علیہ الصلوۃ والسلام کے آداب پر روشنی ڈالی ہے۔

چند قابل توجہ و لائق التفات مقامات:

(۱) مصنف علیہ الرحمہ نے قرآنی آیتوں کا ترجمہ اپنے الفاظ و کلمات میں کیا ہے، جو ترجمہ کنز الایمان سے بہت قریب ہے، بلکہ بسا اوقات تو الفاظ بھی یکساں ہیں، بس تقدیم و تاخیر لفظ کا دقیق فرق ہے البتہ ایک آدھ جگہ ترجمہ میں زیادہ فرق معلوم ہوا، مثلاً فرمان باری تعالیٰ: ''یا ایھا الذین آمنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس" کتاب میں اس کا ترجمہ یوں ہے: ''اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں پھیل پھوٹ کر بیٹھو''۔ اور کنز الایمان میں اس کا ترجمہ یوں فرمایا گیا ہے: ''اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں جگہ دو''۔ مجلس میں پھیل پھوٹ کر بیٹھو، اور مجلسوں میں جگہ دو میں زمین آسمان کا فرق ہے (تفسح، باب تفعل سے ہے جس کی خاصیت طلب ماخذ بھی ہے یعنی طلب الفسحة و السعة فی المکان، اور اس کی ایک خاصیت موافقت بھی ہے یعنی تفعل کا کسی باب کے ہم معنی ہونا، کبھی وہ تفعیل کے ہم معنی ہوتا ہے جیسے تفسحوا، فسّحوا کے ہم معنی ہوکر وسّعوا کا معنی دے، یا افتعال و انفعال سے موافق ہوکر اتساع و انفساخ کا معنی دے، ترجمہ اس کا مجلس میں جگہ دو ہوگا اور یہی راویوں اور شان نزول سے موافق بھی ہے، ممکن ہے یہاں پھر کاتب کی گردن نپے)۔

(۲) مصنف علیہ الرحمہ نے دوران گفتگو حکمت اور مصالح کی باتوں کو بھی بر سبیل تذکرہ بیان فرمایا ہے۔

(۳) سیرت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا سے عقائد و معمولات اہل سنت پر دلائل بہم پہنچائے ہیں۔

(۴) آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ سے جا بجا واقعات کو مدلل و مؤکد فرمایا ہے۔

(۵) ایک مخلص مصلح کی طرح بیچ بیچ میں اصلاحی گوشوں کو بھی اجاگر کیا ہے۔

(۶) زبان زد عام محاورات کا برمحل استعمال کیا ہے۔

(۷) انداز تحریر سادہ و دلنشیں مگر کہیں کہیں تحریر میں ادبی رنگ بھی نظر آتا ہے۔

(۸) مصنف علیہ الرحمہ کی انگریزی کتابوں پر بھی نظر ہے، اپنی بات کی تائید میں بعض موقعوں پر یوروپین مصنفین کی کتب سے استدلال بھی فرماتے ہیں۔

(۹) بات کی تائید میں نہ صرف نقلی دلائل بلکہ عقلی دلائل اور منطقی علل و جوہ بھی بیان فرماتے ہیں۔

(۱۰) بعض تاریخی غلطیوں کی نشاندہی اور غلط فہمیوں کا ازالہ بھی فرمایا ہے۔

(۱۱) (ص ۳۲۴) پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وصیت مذکور ہے کہ مجھے غسل میرے شوہر اور اسماء بنت عمیس دیں، احناف کے یہاں حکم یہ ہے کہ اگر شوہر انتقال کر جائے تو عورت چوں کہ تا انقضائے عدت من وجہ نکاح میں ہے تو وہ تو شوہر کو غسل دے سکتی ہے۔ مگر بیوی کے انتقال کے بعد شوہر ایسا نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اس روایت کی فقہائے احناف نے دو توجیہ بیان فرمائی ہیں۔ اول یہ کہ غسل (ایک روایت کے مطابق) حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دیا تھا، حضرت علی نے غسل دلانے میں محض معاونت فرمائی تھی یا یہ کہ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصیت تھی، دیگر افراد کے حق میں وہی حکم ہے کہ بعد وفات زوجہ، اس کے جسم کو ہاتھ لگانا، غسل دینا شوہر کے لئے جائز نہیں۔

"یمنع زوجها من غسلها و مسها لا من النظر الیها علی الاصح"

درمختار مع ردالمحتار میں ہے:

"قال فی شرح المجمع لمصنفه: فاطمة رضی الله تعالی عنها غسلتها ام ایمن حاضنته ﷺ و رضی الله تعالی عنها، فتحمل روایة الغسل لعلی رضی الله تعالی عنه علی معنی التهیئة و القیام التام باسبابه و لئن ثبتت الروایة فهو مختص به الا تری "ان ابن عباس رضی الله تعالی عنه لما اعترض علیه بذالك اجابه بقوله اما علمت ان رسول الله ﷺ قال: "ان فاطمة زوجتك فی الدنیا و الآخرة" فادعاؤه الخصوصیة دلیل علی ان المذهب عندهم عدم الجواز۔ اه

مطلب فی الحدیث:

"کل سبب و نسب منقطع الا سببی و نسبی" قلت و یدل علی الخصوصیة ایضا الحدیث الذی ذکره الشارح و فسر بعضهم السبب فیه بالاسلام و التقوی و النسب بالانتساب و لو بالمصاهرة و الرضاع و یظهر لی ان الاولی کون المراد بالسبب القرابة السببیة کالزوجیة و المصاهرة و بالنسب القرابة النسبیة لان سببیة الاسلام و التقویٰ لا تنقطع عن احد،فبقیت الخصوصیة فی سببه و نسبه ﷺ و لهذا قال عمر رضی الله تعالی عنه فتزوجت ام کلثوم بنت علی رضی الله تعالی عنه لذلك"۔

(۲/۱۹۸)

(۱۲) ص ۱۵۸ پر ہے کہ حضرت امیر معاویہ، حضرت ابوسفیان، حضرت ہندہ وغیرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) فتح مکہ کے وقت ایمان لائے، حضرت امیر معاویہ کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ فتح مکہ سے قبل ۶ھ بعد صلح حدیبیہ ایمان لے آئے تھے مگر اس کو ظاہر نہیں فرمایا تھا۔

(طبقات ابن سعد، ج ۷، ص: ۲۸۵)

(۱۳) ص ۳۲۸ پر یزید کو واصل جہنم لکھا ہے (دخول فی النار و خلود فی النار۔ کو عام ہوسکتا ہے کیا)، اسی صفحہ پر حضرت امام

حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے سر مبارک کی تدفین کی بابت کئی روایتیں نقل فرمائی ہیں، من جملہ یہ روایت بھی ہے کہ ''مصر میں جب فاطمیوں کی خلافت قائم ہوگئی تو وہ سر مبارک سید الشہداء دمشق سے لے گئے کہ یہ ہمارے جد کریم کا سر مبارک ہے، ہم اس کے وارث ہیں، ہم اسے اپنے پاس رکھیں گے اور یہ راوی کہتا ہے کہ سالانہ عشرۂ محرم میں مصر میں اس کی زیارت کی عام اجازت ہوئی تھی'' اگر یہ روایت صحیح ہے تو راقم کو بھی دوران قیام مصر اس مقام کی بار ہا حاضری نصیب ہوئی ہے۔

(۱۴) ص:۱۳۰ پر مکہ سے ہجرت فرما کر قبا میں قیام کی مدت ۱۷ردن بتائی گئی ہے اور ص:۱۸۰ پر چودہ روز قیام کا ذکر ہے۔

الغرض کتاب مستطاب تاریخ مدینہ بہت سی کتب تواریخ کا نچوڑ اور خلاصہ ہے اور اس کا مطالعہ عشق رسالت اور ادب واحترام شہر پاک مصطفے علیہ التحیہ والثنا میں اضافے کا باعث ہے اور آتش شوق تیز کرنے کا ذریعہ و وسیلہ ہے، جسے مصنف علیہ الرحمہ نے اپنے مزاج کے مطابق ہر قسم کی تصنعی و تکلفی الفاظ سے پاک وصاف رکھتے ہوئے نہایت ہی سادہ مگر دل نشیں پیرائے میں رقم فرمایا ہے، سوچا تھا کہ دو تین صفحات میں اپنا تبصرہ رقم کردوں گا مگر وہ کچھ طول پکڑ گیا، ذوق پر گرانی کی معذرت۔

اللہ تعالیٰ حضرت مصنف علیہ الرحمہ کے درجات بلند فرمائے اور کتاب کو مشقت طلب مراحل سے گزار کر شاندار و دیدہ زیب نسخے کی شکل میں منظر عام پر لانے کی وجہ سے ادارہ کنز الایمان مبارک بادیوں کا حامل و مستحق ہے، اللہ تعالی حضرت کے علمی کام کو شائع کرنے کی مزید توفیق عطا فرمائے۔

مولائے کائنات کا بیٹا حسین ہے

از۔شہیر رضوی کھیروی

مولائے کائنات کا بیٹا حسین ہے
شہزادۂ نبی کا دلارا حسین ہے

اعلیٰ سے اعلیٰ اونچوں سے اونچا حسین ہے
دوش نبی پہ بیٹھنے والا حسین ہے

میں کیا بتاؤں مومنو کیا کیا حسین ہے
ایمان ہے یقین و عقیدہ حسین ہے

دنیا میں زندگی کا طریقہ حسین ہے
عقبیٰ میں عاصیوں کا سہارا حسین ہیں

لطف و عطا و رحم و کرم اور عطا کی بھیک
ناناکے درسے بانٹنے والا حسین ہے

غم ہائے اہلبیت کا بیمار جو بھی ہے
حاجت نہیں دوا کی مسیحا حسین ہے

ظلم و ستم کے توڑ دیئے سینکڑوں پہاڑ
لالچ میں ناریوں نے نہ دیکھا حسین ہے

کرب و بلا کی جنگ نے ثابت یہ کر دیا
نادان تھا یزید اور دانا حسین ہے

یہ عشق کی کتاب میں لکھا ہے اے شہیر
جنت کا تاجدار ہمارا حسین ہے

☆

قربانی کے فضائل و مسائل

از۔حافظ افتخار احمد قادری، پورن پور، پیلی بھیت

قربانی کے معنیٰ ہیں وہ چیز جو دوری کو ختم کر دے اور کسی دوسری چیز کے قریب کر دے۔قربانی کو قربانی اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ انسان کو اس کے مقصد کے قریب تر کر دیتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ دنیا میں جس قدر قربانی کی صورتیں پائی جاتی ہیں سب میں تقرب کے معنیٰ ملحوظ ہیں۔قربانی کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ دنیا میں جتنے بھی مذاہب رونما ہوئے سب نے کسی نہ کسی شکل وصورت میں اس کی تعلیم دی۔ درحقیقت مذاہب عالم کی تاریخ ان کے ماننے والوں کے جذبہ قربانی کی رہین منت ہے۔

مذہبِ اسلام سے پہلے قربانی کا تصور: جب ہم دنیا کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمارے اس خیال کی مزید تائید ہوتی ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ایران، ہندوستان، روم، عرب، یونان، افریقہ، امریکہ میں قربانی کا عام رواج تھا۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ قربانی کی رسم کا آغاز دنیا سے رائج ہے تو غلط نہ ہوگا۔البتہ اس سلسلے میں یہ بات خاص طور سے قابلِ لحاظ ہے کہ اس خاص مسئلہ میں قوموں اور ملتوں کا اندازِ فکر اور ان کا زاویہ نظر ہمیشہ جدا گانہ رہا ہے۔ جو ان کی توہم پرستانہ ذہنیت کی پوری عکاسی کرتا ہے۔

قربانی کی شرعی حیثیت: مذہبِ اسلام میں قربانی ایک قابلِ فخر اور قابلِ تقلید تاریخی واقعہ کی بہترین یادگار ہے۔اس سلسلہ میں قرآن مجید نے بتایا: اے میرے رب مجھ کو ایک نیک فرزند دے تو ہم نے ان کو ایک حلیم المزاج فرزند کی بشارت دی۔تو جب وہ لڑکا اپنی عمر کو پہنچا کہ ابرہیم (علیہم الصلاۃ والسلام) کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراہیم (علیہم الصلاۃ والسلام) نے فرمایا کہ اے برخوردار! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو با امر الٰہی ذبح کر رہا ہوں، پس تم بھی سوچ لوں کہ تمہاری کیا رائے ہے۔وہ بولے کہ ابا جان آپ کو جو حکم ہوا آپ بلا تامل اس کو کیجئے آپ ان شاء اللہ تعالیٰ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔غرض دونوں نے خدا کے حکم کو تسلیم کرلیا اور باپ نے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے کروٹ پر لٹایا (اور چاہتے تھے کہ گلا کاٹ ڈالیں) ہم نے ان کو آواز دی کہ اے ابراہیم! تم نے خواب کو خوب سچ کر دکھایا وہ وقت بھی عجیب تھا ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں حقیقت میں یہ تھا بھی بڑا امتحان اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض میں دیا اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں یہ بات ان کے لیے رہنے دی کہ ابراہیم پر سلام ہو۔

(مفہومِ قرآن)

حدیثِ پاک میں ہے: حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم میں سوال کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم یہ قربانی کیا ہے؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔

مسائلِ قربانی: قربانی ایک مالی عبادت ہے جو مسلمان، مقیم،

مالک نصاب، آزاد پر واجب ہے۔ جس طرح قربانی مرد پر واجب ہے اسی طرح عورت پر بھی واجب ہے۔ مسافر پر قربانی واجب نہیں اگر نفل کے طور پر کرے تو کرسکتا ہے ثواب پائے گا۔

(درمختار وغیرہ)

مالک نصاب ہونے سے مراد اتنا مال ہونا ہے جتنا مال ہونے سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے۔ یعنی حاجت اصلیہ کے علاوہ دو سو درہم (ساڑھے باون تولہ چاندی) یا بیس دینار (ساڑھے سات تولہ سونا) کا مالک ہو۔

(درمختار و عالمگیری وغیرہ)

جو شخص دو سو درہم یا بیس دینار کا مالک ہو یا حاجت کے سوا کسی ایسی چیز کا مالک ہو جس کی قیمت دو سو درہم ہو تو وہ غنی ہے اس پر قربانی واجب ہے۔

(عالمگیری وغیرہ)

جس پر صدقہ فطر واجب ہو اس پر بقرعید کے دنوں میں قربانی بھی واجب ہے۔ اگر وہ صاحب نصاب نہیں اور اس پر صدقہ فطر واجب نہ ہو تو قربانی بھی واجب نہ ہوگی۔ تاہم اگر کوئی قربانی کرے گا تو اس کا بہت اجر ملے گا۔ مسافر صدقہ دار اور غریب پر قربانی واجب نہیں۔ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ کے غروب آفتاب تک قربانی کا وقت ہے۔ مگر جس قدر جلدی قربانی کی جائے اسی قدر اس کا اجر زیادہ ملے گا۔ قربانی کا مالک خود اپنا جانور ذبح کرے اگر خود ذبح نہیں کرسکتا تو اپنے سامنے ذبح کرائے پاس کھڑا رہے۔ ذبح کرنے سے پہلے چھری کو اچھی طرح تیز کر لینا چاہیے لیکن جانور کے سامنے نہیں۔ قربانی صرف اپنی طرف سے ہی واجب ہے اولاد کی طرف سے اس پر واجب نہیں خواہ مالدار ہی کیوں نہ ہو تاہم اگر کوئی اپنی اولاد یا کسی دوسرے شخص کی طرف سے قربانی کرے تو وہ قربانی نفلی ہوگی۔ اگر جانور مشترک ہے تو گوشت تول کر تقسیم کیا جائے۔ اٹکل سے نہ بانٹیں کہ اگر کسی کو زیادہ پہنچ گیا تو دوسرے کے معاف کرنے سے بھی جائز نہ ہوگا کہ حق شرع ہے۔

(ردالمختار، و بہار)

اگر میت کی طرف سے قربانی کی تو اس کے گوشت کا بھی یہی حکم ہے البتہ اگر میت نے کہا تھا کہ میری طرف سے قربانی کر دینا تو اس صورت میں کل گوشت صدقہ کر دے۔ قربانی اگر میت کی ہے تو اس کا گوشت نہ خود کھا سکتا ہے نہ غنی کو کھلا سکتا ہے بلکہ اس کو صدقہ کر دینا واجب ہے۔

(زیلعی، و بہار)

قربانی کرنے والا بقرعید کے دن سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھائے یہ مستحب ہے۔

(بحرالرائق)

قربانی کا گوشت کافر کو نہ دے کہ یہاں کے کفار حربی ہیں۔ چمڑا، جھول، رسی، ہار سب صدقہ کر دے، چمڑے کو خود اپنے کام میں بھی لا سکتا ہے۔ مثلاً جانماز، بچھونا وغیرہ بنا سکتا ہے لیکن بیچ کر قیمت اپنے کام میں لانا جائز نہیں، اگر بیچ دیا تو اس کی قیمت کو صدقہ کر دینا واجب ہے۔

(درمختار و ردالمختار)

آج کل اکثر لوگ کھال دینی مدارس میں دیا کرتے ہیں یہ جائز ہے۔ اگر مدرسہ میں دینے کی نیت سے کھال بیچ کر اس کی قیمت مدرسے

میں دے دیں تو یہ بھی جائز ہے۔

(عالمگیری و بہار)

قربانی کا گوشت یا چمڑا ذبح کرنے والے کو مزدوری میں نہیں دے سکتا، ہاں اگر دوستوں کی طرح ہدیۃً حصہ دیا تو دے سکتا ہے جبکہ اسے اجرت میں شمار نہ کرے۔

(ہدایہ وغیرہ)

بعض جگہ قربانی کا چمڑا مسجد کے امام صاحب کو دیتے ہیں اگر تنخواہ میں نہ دیا جائے بلکہ بطورِ مدد کے دیں تو حرج نہیں۔

(بہار شریعت)

قربانی سے متعلق چند احادیثِ مبارکہ:

قربانی حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے جو اس امت کے لئے باقی رکھی گئی ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو قربانی کا حکم دیا گیا اور ارشاد فرمایا: "فصل لربک وانحر" اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ اس کے متعلق چند احادیثِ مبارکہ ذکر کی جاتی ہیں ملاحظہ فرمائیں:

حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: یوم النحر ،دسویں ذی الحجہ میں ابنِ آدم کا کوئی عمل خدا کے نزدیک خون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ پیارا نہیں ہے اور وہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگ اپنے بال اور اپنے کھروں کے ساتھ آئیگا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے قبل خدا کے نزدیک مقام قبول میں پہنچ جاتا ہے۔ لہٰذا اس کو خوش دلی سے کرو۔

(مشکوٰۃ شریف، صفحہ 128)

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے ذی الحجہ کا چاند دیکھ لیا اور اس کا ارادہ قربانی کرنے کا ہے تو جب تک قربانی نہ کرے بال اور ناخون سے نہ لے (یعنی نہ ترشوائے)۔

(مشکوٰۃ شریف، صفحہ 127)

حضرتِ علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم سے راوی ہے رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم جانوروں کے کان اور آنکھیں غور سے دیکھ لیں اور اس کی قربانی نہ کریں جس کے کان کا اگلا حصہ کٹا ہو اور نہ اس کی جس کے کان کا پچھلا حصہ کٹا ہو اور نہ اس کی جس کا کان پھٹا ہو۔ یا جس کے کان میں سوراخ ہو۔

(مشکوٰۃ شریف، صفحہ 128)

زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی: صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ قربانی کیا ہے؟ فرمایا کہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے لیے اس میں کیا ثواب ہے؟ فرمایا: ہر بال کے مقابل نیکی ہے عرض کی اون (بھیڑ) کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: اون (بھیڑ) کے ہر بال کے بدلے میں نیکی ہے۔

(ابنِ ماجہ)

حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راویت ہے: حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس میں وسعت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔

(ابنِ ماجہ)

قربانی کا مقصد: مذہبِ اسلام میں قربانی کا مقصد گوشت اور خون نہیں ہے بلکہ سیرت انسان کی تکمیل ہے اور اس کی قبولیت کا دارو مدار تقوی و پرہیزگاری کی بنیاد پر ہے۔ اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

"لن ینال الله لحومها ولا دمائها ولكن يناله التقوى منكم"

ترجمہ: اللہ کے پاس نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے نہ ان کا خون لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

قربانی کی مقبولیت بارگاہِ خداوندی میں: حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ رب العزت کو بنی آدم کا کوئی عمل بقرعید کے دن خون بہانے سے زیادہ مقبول نہیں اور قیامت کے روز قربانی کا جانور اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت آئے گا۔ نیز حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی جنابِ الٰہی میں مقبول ہو جاتا ہے۔ پس قربانی کے ساتھ اپنا دل خوش کرو۔

(ترمذی شریف)

ایک حدیثِ پاک میں ہے: حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے فاطمہ! (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنی قربانی کے پاس رہو کیونکہ اس کا عوض تیرے لیے یہ ہے کہ اس کے خون سے جو اول قطرہ ٹپکے گا اس کے ساتھ تیرے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں۔ حضرتِ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ ثواب صرف ہم اہل بیت کے لیے خاص ہے یا اور سب مسلمانوں کے لیے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمارے اور سب مسلمانوں کے لئے۔ (ترغیب)

عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت: عشرہ ذی الحجہ کی حدیث پاک میں بڑی فضیلت آئی ہے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی دن عشرہ ذی الحجہ کے علاوہ ایسے نہیں ہیں جن میں عبادت کرنا اللہ رب العزت کو زیادہ پسند ہو۔ اس عشرہ میں ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزے کے برابر ہے اور اس کی ہر رات میں جاگنا شب قدر میں جاگنے کے برابر ہے۔

(ترمذی شریف)

درمنثور کی ایک روایت میں ہے: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ رب العزت کے نزدیک کوئی دن عشرہ ذی الحجہ سے افضل نہیں اور نہ کسی دن میں عمل کرنا اس میں عمل کرنے سے افضل ہے۔ پس خصوصیت سے ان دنوں میں " لا الہ الا اللہ" اور "اللہ اکبر" کی کثرت رکھو کیونکہ تکبیر و تہلیل اور ذکر اللہ کے یہ دن ہیں۔

صوم عرفہ کی فضیلت: ذی الحجہ کی نویں تاریخ کا روزہ رکھنے کی بڑی فضیلت ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اللہ رب العزت سے امید کرتا ہوں کہ عرفہ کا روزہ ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔

(مسلم)

اور ارشاد فرمایا: جس نے عرفہ کا روزہ رکھا اس کے پے در پے دو سال کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ عرفہ کا روزہ ہزاروں کے برابر ہے۔

(الترغیب)

تکبیرِ تشریق: تکبیر تشریق نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہویں ذی الحجہ کی عصر تک ہر فرض جماعت کے بعد با آواز بلند کہنا چاہیے۔ حضرتِ علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم کا یہی دستور تھا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضراتِ صحابہ کرام اس کی بڑی پابندی کرتے تھے۔ اس کی غیر معمولی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ یہ حضرتِ ابراہیم، حضرتِ اسماعیل اور حضرتِ جبرئیل علیہ السلام کے کلمات کا مجموعہ ہے۔ منقول ہے: جب حضرتِ ابراہیم علیہ السلام نے حضرتِ اسماعیل علیہ السلام کو زمین پر لٹا کر ان کے گلے پر چھری پھیرنے کا ارادہ کیا تو اللہ رب العزت نے حضرتِ جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جنت سے حضرتِ اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ لے کر ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں تاکہ وہ اپنے بیٹے کی جگہ اس کی قربانی کریں۔ جب حضرتِ جبرئیل علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے کو لٹا چکے ہیں اور چھری پھیرنے ہی والے ہیں تو انہوں نے باآواز بلند ''اللہ اکبر اللہ اکبر'' کہا تاکہ ان کی توجہ ادھر ہوجائے۔

ترکِ قربانی پر وعید: جو شخص وسعت کے باوجود قربانی نہ کرے ایسے شخص کے لئے حدیثِ پاک میں بڑی سخت وعید آئی ہے۔ جسے پڑھ کر یا سن کر ایک مسلمان کا دل لرز جاتا ہے چنانچہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس نے وسعت رکھتے ہوئے قربانی نہیں کی پس وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے دور ہی رہے۔

☆

ماہ ذی الحجہ کی فضیلت: ماہ ذی الحجہ اسلامی مہینوں کا بارہواں مہینہ ہے۔ اس ماہِ مبارک میں لوگ حج کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ اس ماہ کے پہلے عشرے کا نام اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ''ایام معلومات'' رکھا ہے۔ یہ ایام اللہ رب العزت کو بہت پیارے ہیں اس ماہِ مبارک کی پہلی تاریخ کو حضرتِ سیدہ خاتونِ جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم کے ساتھ ہوا۔ ماہ ذی الحجہ کی آٹھ تاریخ کو یومِ ترویہ کہتے ہیں۔ کیونکہ حجاج کرام اس دن اپنے اونٹوں کو پانی سے خوب سیراب کرتے تھے تاکہ عرفہ کے روز تک ان کو پیاس نہ لگے یا اس لیے اس دن کو یومِ ترویہ (سوچ بچار) کہتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا ابراہیم علیہم السلام نے آٹھویں ذی الحجہ کو رات کے وقت خواب میں دیکھا تھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے اللہ رب العزت تجھے حکم دیتا ہے اپنے بیٹے کو ذبح کر! تو آپ نے صبح کے وقت سوچا اور غور فرمایا کہ آیا یہ اللہ رب العزت کی طرف سے ہے یا شیطان کی طرف سے: اس لیے اس کو یومِ ترویہ کہتے ہیں۔ اس ماہِ مبارک کی نویں تاریخ کو عرفہ کہتے ہیں کیونکہ حضرتِ سیدنا ابراہیم علیہم السلام نے جب نویں تاریخ کی رات کو وہی خواب دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ خواب خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہے اسی دن حج کا فریضہ سرانجام دیا جاتا ہے۔ اس ماہِ مبارک کی دسویں تاریخ کو یومِ نحر کہتے ہیں۔ کیوں کہ اسی روز حضرتِ سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کی صورت پیدا ہوئی اور اسی دن عام مسلمان قربانیاں ادا کرتے ہیں۔ اس ماہِ مبارک کی گیارہویں، بارہویں، تیرہویں کے دنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں اور اسی ماہ مبارک کی بارہویں تاریخ کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرتِ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم سے بھائی چارہ

قائم کیا تھا اور اسی ماہِ مبارک کی چودھویں تاریخ کو حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم نے نماز میں اپنی انگوٹھی صدقہ کی تھی۔ اس ماہ کی چھبیس تاریخ کو حضرتِ داؤد علیہ السلام پر استغفار نازل ہوئی تھی اور ستائیس تاریخ کو حادثۂ حرا رونما ہوا تھا کہ یزیدیوں نے مدینہ منورہ پر حملہ کر دیا تھا اور اسی مہینے کی اٹھائیس تاریخ کو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم مسند خلافت پر بیٹھے تھے۔

(عجائب المخلوقات، صفحہ/ 46)

ماہ ذی الحجہ کی اہمیت: ماہ ذی الحجہ چار برکت اور رحمت والے مہینوں میں سے ایک ہے۔اس ماہِ مبارک میں کثرتِ نوافل، روزے، تلاوتِ قرآن مجید، تسبیح وتہلیل، تکبیر وتقدیس اور صدقات وغیرہ اعمال کا بہت بڑا ثواب ہے اور بالخصوص اس کے پہلے دس دنوں کی اتنی فضیلت ہے کہ اللہ رب العزت نے اس عشرہ کی دس راتوں کی قسم یاد فرمائی ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قسم ہے مجھے فجر کی عید قربان کی اور دس راتوں کی جو ذی الحجہ کی پہلی دس راتیں ہیں اور قسم ہے جفت اور طاق کی جو رمضان المبارک کی آخری راتیں اور قسم ہے اپنے حبیب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم) کے معراج کی رات کی۔(سورہ فجر)

اس قسم سے معلوم ہوتا ہے کہ عشرہ ذی الحجہ کی بہت بڑی فضیلت ہے اسی طرح اس عشرہ کی فضیلت سے کتب احادیث لبریز ہیں۔ چند احادیثِ مبارکہ ملاحظہ فرمائیں:

حضرتِ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت عشرہ ذی الحجہ داخل ہو جائے اور تمہارا کوئی آدمی قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو چاہیے کہ بال اور جسم سے کسی چیز کو مس نہ کرے اور ایک روایت میں ہے فرمایا! بال نہ کترائے اور نہ ناخن اتروائے اور ایک روایت میں ہے: جو شخص ذی الحجہ کا چاند دیکھ لے اور قربانی کا ارادہ ہو تو نہ بال منڈائے اور نہ ناخن ترشوائے۔

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ شریف، صفحہ 127)

حضرتِ سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ نیک عمل اس میں ان ایام عشرہ سے اللہ رب العزت کے نزدیک زیادہ محبوب ہو۔صحابہ کرام علیہ الرضوان نے عرض کیا! یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں، فرمایا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں، مگر وہ مرد جو اپنی جان اور مال لے کر نکلا اور ان میں سے کسی چیز کے ساتھ واپس نہیں ہوا (سب کچھ قربان کر دیا)۔

(رواہ البخاری/ مشکوٰۃ شریف، صفحہ 128)

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: آپ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی دن زیادہ محبوب نہیں اللہ تعالیٰ کی طرف کہ عبادت ان میں کی جائے ان دس دنوں ذی الحجہ سے۔ان دنوں میں ایک دن کا روزہ سال کے روزوں کے برابر ہے اور ان کی ایک رات کا قیام سال کے قیام کے برابر ہے۔

(غنیّۃ الطالبین/ جلد2 /صفحہ/ 25 مشکوٰۃ شریف/صفحہ 128)

یہی وجہ تھی کہ حضرتِ سیدنا سعد ابنِ جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: دس راتوں میں چراغ نہ بجھاؤ اور خدام کو ان راتوں میں جاگنے اور عبادت کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔

(غنیّۃ الطالبین، جلد دوم، صفحہ 25)

حضرتِ سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں عشرہ ذی الحجہ کی راتوں میں بصرہ کے ایک قبرستان میں تھا تو میں نے ایک قبر سے نور کی شعائیں نکلتی دیکھیں۔ یہ دیکھ کر میں بڑا حیران ہوا اتنے میں آواز آئی اے سفیان ثوری! اگر تو نے بھی نو ذی الحجہ کے روزے رکھے تو تیری قبر سے بھی اسی طرح نور نکلے گا۔

(نزہۃ المجالس، جلد اول، صفحہ/ 144)

حضرتِ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: عہدِ رسالت میں ایک شخص سماع یعنی غناء (گانا بجانا) کو دوست رکھتا تھا مگر جب ذی الحجہ کا چاند نظر آجاتا تو روزے رکھنا شروع کر دیتا حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص کو بلا کر پوچھا کہ تو کس وجہ سے ان دنوں میں روزہ رکھتا ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دن حج کے دنوں میں سے ہیں مجھے یہ بات پسند آئی کہ اللہ رب العزت مجھے حاجیوں کی دعاؤں میں شریک فرمائے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تجھے ہر دن کے روزے کے بدلے میں ایک سو مسلمان آزاد کرنے اور سو اونٹ کے صدقہ کرنے اور سو گھوڑے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینے کا ثواب ملے گا اور یومِ ترویہ کے روزے کے بدلے ایک ہزار غلام آزاد کرنے اور ایک ہزار اونٹ صدقہ کرنے اور ایک ہزار گھوڑوں کا اللہ رب العزت کی راہ میں دینے کا ثواب ملے گا اور عرفہ کے روزے کے بدلے میں دو ہزار غلاموں کو آزاد کرنے اور دو ہزار اونٹ کے صدقہ کرنے اور دو ہزار گھوڑوں کا اللہ رب العزت کی راہ میں دینے کا ثواب ملے گا اور ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کے روزوں کا ثواب بھی ملے گا۔

(غنیۃ الطالبین، جلد دوم، صفحہ 25)

ان دنوں میں عرفہ کا دن بڑا عظیم دن ہے عرفہ کا روزہ ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے مگر یہ غیر محرم کے حق میں ہے اور محرم عرفہ کے دن روزہ نہ رکھے تاکہ مناسکِ حج ادا کرنے میں سستی نہ ہو۔ (ما ثبت من السنۃ/صفحہ 179)

ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہوگئی ہے فرماتے ہیں: میں نے اپنے ایک دوست کے آگے دس نور دیکھے اور اپنے آگے صرف دو نور نظر آئے اس سے مجھے تعجب ہوا۔ اتنے میں مجھے بتایا گیا کہ تیرے دوست نے دس سال عرفہ کا روزہ رکھا تھا اس لیے اس کے آگے دس نور ہیں اور تو نے صرف دو سال عرفہ کا روزہ رکھا تھا اس لیے تیرے آگے صرف دو نور ہیں۔

(نزہۃ المجالس، جلد اول، صفحہ 144)

ماہ ذی الحجہ کی اہمیت وعظمت اس اعتبار سے بھی بڑھ جاتی ہے کہ اسی مہینہ میں پوری دنیائے اسلام سے اہل ایمان حج بیت اللہ اور زیارت حرمین طیبین کے لیے حجاز مقدس جاتے ہیں۔ فرائض حج ادا کرتے ہیں اور اللہ کی نشانیوں کا دیدار کرتے ہیں۔ اس اعتبار سے بھی یہ مہینہ مسلمانوں کے لیے یادگار لمحات رکھتا ہے کہ اس میں اہل اسلام اللہ کی بارگاہ میں رضائے الٰہی اور رضائے رسول کے لیے قربانی پیش کر کے دنیا والوں کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ یہ وہ قوم ہے جو اپنے دین و مذہب اور اپنے آقا کے نام پر سب کچھ قربان کرنے کا جذبہ رکھتی ہے۔ اسی لیے جانوروں کی قربانی ایمانی جذبہ اور خلوص و للّٰہیت کے ساتھ ادا کی جانی چاہیئے۔ اس میں ریا کاری، دکھاوا اور نام و نمود نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ اللہ نیتوں کو دیکھتا ہے اور اس تک ہمارے خلوص کے جذبات ہی پہنچتے ہیں نہ کہ یہ گوشت پوست اور خون۔

چشم و چراغ خاندان برکات

ازقلم: مولانا طفیل احمد مصباحی

مجدد اسلام، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی عبقریت اور ان کی باعظمت شخصیت سے اہل علم بخوبی واقف ہیں۔ مختلف دینی علوم وفنون میں اجتہادی بصیرت اور ہمہ جہت دینی علمی اور قلمی خدمات کے باعث اپنے تو اپنے اغیار نے بھی آپ کی بارگاہ میں شایانِ شان خراجِ عقیدت پیش کیا۔ امام موصوف نے اپنے وقت میں جہاد فکر وقلم کی ایک نئی تاریخ مرتب کر کے آنے والی نسلوں کو پیغامِ فکر وعمل دیا ہے اور وہ پیغام یہ ہے کہ حق کے مقابلے میں باطل نظریات یا کسی بھی باطل تحریک سے کسی بھی صورت میں سمجھوتا نہیں کیا جاسکتا۔

پوری زندگی دین و دانش کے فروغ کے ساتھ آپ انہیں خطوط پر کام کرتے رہے اور ہر محاذ پر گمراہ فرقوں اور باطل جماعتوں سے برسرِ پیکار رہے۔ آپ نے تن تنہا دین وملت کے لیے جو کارنامے انجام دیے، وہ پوری ایک جماعت مل کر بھی نہیں کرسکتی۔ بلا مبالغہ امام احمد رضا بریلوی ایک تحریک، ایک انجمن، ایک ادارہ اور علوم وفنون کی ایک چلتی پھرتی لائبریری کا نام ہے۔ علومِ نقلی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں آپ کو کامل بصیرت اور اجتہادی ملکہ حاصل نہ ہو اور عقلی علوم کی کوئی ایسی شاخ نہیں، جس پر آپ کے طائر فکر وقلم نے آشیاں نہ ڈالا ہو۔ علوم وفنون کے عالی مقام پر فائز ہونے کے باوجود آپ نے اپنی روحانیت کا رشتہ مارہرہ مقدسہ کی سرکاروں سے اس طرح جوڑا کہ تاحیات ان سرکاروں کی بارگاہوں میں اپنی عقیدت کا خراج پیش کرتے رہے اور یہ سلسلہ آپ تک ہی محدود نہ رہا بلکہ آپ نے اپنے پورے گھرانے کو اس بارگاہ عالی کا عقیدتمند بنا دیا۔ بلا شبہ خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ شریف برصغیر میں سلسلۂ قادریہ کی سب سے عظیم خانقاہ ہے جس نے ہر زمانہ میں امت مسلمہ کے مابین روحانیت ومعرفت کی سوغات تقسیم کی۔ یہ خانقاہ آج بھی سراپا خیر و برکت بن کر پوری دنیا میں دعوت وتبلیغ اور دینی وعصری تعلیم کے فروغ کا کام بحسن وخوبی انجام دینے کے ساتھ اپنا قلمی وتصنیفی فیضان بھی پوری دنیا میں تقسیم کررہی ہے۔ آج ہماری دینی صحافت یا بلفظ دیگر سنی صحافت کس زبوں حالی کی شکار ہے، اہل علم ونظر سے مخفی نہیں۔ لیکن الحمدللہ! ایسے دورِ انحطاط میں بھی اسلام وسنیت کے فروغ واستحکام کے علاوہ خانقاہ برکاتیہ ملی قیادت اور صحافت کے میدان میں بھی اہم کردار ادا کررہی ہے۔ چنانچہ بہت سی نادرونایاب تصانیف مبارکہ کی کامیاب ترین اشاعت کے ساتھ یہاں سے اہل سنت کی آواز کے نام سے ایک سالنامہ بھی نکلتا ہے۔ خانقاہ برکاتیہ کے اس مشہور علمی وفکری ترجمان سالنامہ ''اہل سنت کی آواز'' کی اب تک دو درجن سے زائد جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ اسی طرح اردو اور ہندی میں ''سہ ماہی پیام برکات'' کا اجرا بھی ایک خوش آئند اقدام ہے، جس کے قارئین کی تعداد نہایت قلیل عرصے میں ہزاروں تک پہنچ چکی ہے۔

بریلی شریف، مرکزِ اہل سنت ہے اور مارہرہ شریف، اس مرکز کا پیرخانہ ہونے کے ساتھ قبلۂ عقیدت بھی ہے۔

رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

یہ امر واقع ہے کہ مسلکِ اہل سنت کا صحیح ترجمان ہونے کی حیثیت سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی علمی و دینی شخصیت ساری دنیا کے سنی مسلمانوں کا مرکز فکر ہے۔ انہوں نے اپنی گراں قدر تصنیفات کے ذریعے دین حق کو باطل کی آمیزش سے اس طرح پاک وصاف کر دیا ہے کہ اب ان کی فکر کے ساتھ وابستگی اہلِ حق کی علامت بن گئی ہے.......... اسی کے ساتھ یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اعلیٰ حضرت کے سارے علمی اور روحانی کمالات کا منبع، مشائخ خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کا وہ سلسلۃ الذہب ہے جو بغداد مقدس سے ہوتا ہوا مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ (سیدین نمبر، ص:۸۳۴)

یہی وجہ ہے کہ پیر خانہ ہونے کی وجہ سے خود اعلیٰ حضرت محدث بریلوی اور ان کی اولاد و احفاد اور تلامذہ و خلفاء تادم حیات مارہرہ مطہرہ اور یہاں کے آقاؤں کی بارگاہوں میں سجود نیاز لٹاتے رہے اور اپنی قسمت کی ارجمندی پر فخر کرتے رہے۔ اسی طرح مشائخ مارہرہ بھی خانوادۂ چشم و چراغ خاندان برکات کے وابستگان سے غایت درجہ شفقت و محبت کا برتاؤ کرتے رہے۔ اہل سنت کی ان دونوں عظیم خانقاہوں اور بے مثال روحانی خانوادوں کے مابین عزت واحترام، آپسی رواداری اور شفقت و محبت کا یہ مبارک سلسلہ آج بھی برقرار ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں خانقاہوں کو سلامت رکھے اور ان کے سجادگان و شہزادگان کی عمر و اقبال میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے۔ مارہرہ مقدسہ کے موجودہ بزرگ اور سجادگان حضرات اعلیٰ حضرت اور خاندان اعلیٰ حضرت سے کتنی محبت رکھتے ہیں اس کی ایک نظیر ملاحظہ فرمائیں۔

''سالنامہ اہل سنت کی آواز'' مارہرہ مطہرہ، جلد 25، 2018ء

پیشوائے اہل سنت، قاطع کفر و ضلالت، حضرت امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات اور ان کے افکار و آثار پر مشتمل ایک خصوصی گوشہ ہے، جو صوری و معنوی اعتبار سے ایک بیش قیمت علمی و تحقیقی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی خصوصی شمارہ کے پیش لفظ میں ''پیغام'' کے عنوان سے تاج المشائخ، امین ملت حضرت پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی دام ظلہ العالی، زیب سجادہ آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف لکھتے ہیں:

''ہمارے لیے یہ بڑی مسرت کی بات ہے کہ اس سال عرس قاسمی کے موقع پر الحمدللہ خانقاہ برکاتیہ کے ترجمان سالانہ مجلّہ ''اہل سنت کی آواز'' کے پچیسویں شمارے کی اشاعت کی جارہی ہے اور حضرت والد ماجد احسن العلماء رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد سے لے کر اب تک ماشاءاللہ یہ رسالہ تواتر اور تسلسل کے ساتھ مختلف عناوین اور مضامین کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ الحمدللہ! حسن اتفاق ہے کہ پچیسویں شمارہ کی اشاعت کے وقت اعلیٰ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے صد سالہ عرس کا موقع ہے اور ہم اہل سنت کی آواز کی ''سلور جوبلی اشاعت'' کو امام اہل سنت، مجدد دین و ملت، عبدالمصطفیٰ محمد احمد رضا خاں قادری برکاتی علیہ الرحمہ کی نذر کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی روح مبارک بھی یقیناً بے حد مسرور ہوگی کہ میرے پیر خانے میں مجھے علمی حوالے سے یاد کیا جا رہا ہے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی کا ذکر اور ان کی محبت خانوادۂ برکات کا طرّۂ امتیاز رہا ہے۔ ہمارے مشائخ نے جس ذات پر اعتماد کیا، جس سے محبت کی اور جس کو ''خاندان کا چشم و چراغ'' کہا۔ لہٰذا اس سے محبت کرنا اور ان کی خدمات کا اعتراف کرنا ہمارے مشائخ کی نصیحت بھی ہے اور یہ وصیت کا بھی درجہ رکھتی ہے۔ فقیر برکاتی نے اپنے جن

بزرگوں کو دیکھا اور برتا، ان کو اعلیٰ حضرت کا عشاق اور مسلک اعلیٰ حضرت کا محافظ پایا۔ لہٰذا فقیر برکاتی بھی امام احمد رضا کے مسلک کا حامی اور ناشر ہونے کی سعادت حاصل کرتا ہے اور اپنے آگے آنے والی نسلوں کو بھی یہی ہدایت کرتا ہے کہ خانقاہ برکاتیہ چوں کہ اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت کو ماضی میں اپنا نصب العین سمجھتی رہی ہے۔ لہٰذا مستقبل میں بھی خانقاہ برکاتیہ سے یہ مشن ہمیشہ جاری رہنا چاہیے''۔

(اہل سنت کی آواز، 2018ء، پچیسویں جلد، ص 7-8)

خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ کے سجادہ نشین، شہزادۂ احسن العلماء، برادر امین ملت، مرشد طریقت، رفیق ملت، حضرت سید شاہ نجیب حیدر قادری برکاتی مارہروی دام ظلہ العالی نے اسی سالنامہ کے اندر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کی زندگی کے بہت سارے اہم گوشوں پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کے اور خاندان برکات کے درمیان علمی و روحانی رشتوں کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ:

''میرے والد ماجد حضور احسن العلماء رحمۃ اللہ علیہ کے بقول: امام احمد رضا بریلوی، خانقاہ برکاتیہ کے مشائخ کی چلتی پھرتی کرامت ہیں اور راقم دو جملے اور بڑھاتا ہے کہ لکھتی اور بولتی ہوئی کرامت ہیں۔ لہٰذا ہم ان کا ذکر مشائخ مارہرہ کی کرامت کی حیثیت سے کرتے ہیں۔ میرے والد محترم مارہرہ میں کبھی ''فتاویٰ رضویہ'' کا ذکر کرتے ہیں، کبھی ''حدائق بخشش'' پڑھتے ہیں۔ کبھی ''الدولۃ المکیہ'' کا ذکر کرتے ہیں۔ کبھی ''کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم'' کا ذکر کرتے ہیں۔ کبھی ان کے عشق رسول کا بیان ہوتا ہے تو کبھی ان کی ریاضی دانی کے چرچے ہوتے ہیں۔۔۔۔۔۔ کبھی پیروں سے ان کی عقیدت بیان کی جاتی ہے۔ کبھی ان کی تحریکات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی ان کا ''چراغ انس'' روشن کیا جاتا ہے۔ کبھی دلوں کے طاق پر ''قصیدۂ نور'' رکھ کر تاریک خانوں میں روشنیاں پھیلائی جاتی ہیں۔ جب قلب و جگر و زبان و ذہن کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے منور و معطر کرنا ہوتا ہے تو امام احمد رضا کے چمنستان عقیدت میں جا کر ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' کی صدائیں بلند کرنے لگتے ہیں اور ہم کیا ذکر کرتے ہیں۔ ان کی علمیت، تفقہ اور عبقریت کا اعتراف تو وہ بھی کرتے ہیں جن کو اعلیٰ حضرت کے مذہبی و مسلکی نظریات سے اتفاق نہیں ہے۔ کوئی ان کو اپنے دور کا امام اعظم کہتا ہے تو کوئی علم کا بحر بے کراں۔ اس بات کا اعتراف کرنا ظرف والوں کا حصہ ہے کہ امام احمد رضا فی زمانہ دنیائے اسلام وسنیت کے سکۂ رائج الوقت کا نام ہے''۔

(اہل سنت کی آواز، 2018ء، ص: 12-13)

بلاشبہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے جہاں اپنے فقہ و فتاویٰ کے ذریعہ امت مسلمہ کے کامیاب ترین دینی و مذہبی رہنمائی فرمائی وہیں اپنے زمانہ میں اٹھنے والے ہر طرح کے فتنوں سے بھی امت مسلمہ کو محفوظ رکھنے کا اہم فریضہ بھی انجام دیا۔ اس سلسلہ میں اسی سالنامہ ''اہل سنت کی آواز'' کی جلد ۲۵/ میں جناب مولانا یاسین اختر مصباحی نے امام احمد رضا محدث بریلوی کے سیاسی افکار و نظریات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور ہندوستان کے برطانوی عہد میں اٹھنے والی سیاسی تحریکوں کے پس منظر و پیش منظر کے بارے مدلل روشنی ڈالنے کے ساتھ امام موصوف کے سیاسی موقف اور سیاسی خیالات و نظریات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

اعلیٰ حضرت کے سیاسی افکار و نظریات سراسر دینی اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود پر مشتمل تھی۔ تحریک خلافت و تحریک ترک

موالات کے موقع پر امام موصوف نے اپنے تلامذہ اور خلفاء کے ساتھ مل کر سیاسی لیڈروں کے اسلام مخالف اعمال واشغال کی سخت مخالفت کی اور بیش قیمت سیاسی ہدایات سے قوم مسلم کو آگاہ فرما کر ان نام نہاد قائدین کے دام تزویر میں نہ آنے کی اپیل کی۔ ترکی حکومت و سلطنت اور ترک سلاطین کی تائید وحمایت سے متعلق ''فتاویٰ رضویہ'' میں متعدد فتاویٰ موجود ہیں۔ مسئلہ خلافت سے متعلق آپ کا ایک تحقیقی و تفصیلی فتویٰ ہے جو ''دوام العیش فی الائمۃ من قریش'' کے نام سے معنون ہے۔

علامہ یاسین اختر مصباحی کے بقول:

''آپ سیاسی لیڈر نہ تھے، نہ ہی رائج الوقت سیاست اور سیاست دانوں سے آپ کو کسی طرح کی دلچسپی تھی۔ نہ ہی سیاسی میدان عمل کی طرف آپ نے کبھی کوئی توجہ فرمائی۔ آپ کی ہدایت وقیادت اور فکری سیاست ہر وقت اور ہر آن حق وصداقت، انصاف وعدالت، دیانت وامانت، اخلاص نیت اور التزامِ سنت وشریعت پر مبنی تھی اور آپ کی قیادت وسیادت میں کذب وافتراء، وعدہ خلافی و بدعہدی، فریب و سازش، جیسی صفات قبیحہ و ذمیمہ کا دور دور تک گذر نہیں تھا ......امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قدس سرہٗ نے اپنے آخری دور حیات میں ضعف و ناتوانی کے باوجود عالم اسلام کے سبھی اہم ملی واجتماعی مسائل ومشکلات وحادثات میں کس طرح پوری بیدار مغزی وسرگرمی کے ساتھ دلچسپی لے کر مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کی اور اصلاح احوال و مفاد ملت کی راہ میں ایسی علمی وعملی جدوجہد فرماتے رہے جو ایک فرض شناس و دیدہ ور عالم دین اور صاحب بصیرت وفراست، راسخ العلم فقیہ اسلام وقائدِ اہل اسلام کے شایان شان ہے''۔

(اہل سنت کی آواز، 2018ء، ص85--89)

مجدد اسلام، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز (متوفیٰ ۱۹۲۱ھ) علم وفضل میں یکتائے روزگار ہونے کے ساتھ ایک عظیم ماہر تعلیم بھی تھے۔ ان کی متعدد تصانیف مثلاً: ''الاجازات المتینہ'' اور ''فتاویٰ رضویہ'' وغیرہ میں ان کے تعلیمی نظریات پائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں انہوں نے ''دس نکاتی پروگرام'' کے تحت جدید تعلیمی منصوبہ بھی پیش فرمایا ہے جو نہ صرف ان کے عہد کے مسلمانانِ برصغیر بلکہ مسلمانان عالم کے لیے بڑی اہمیت اور معنویت کا حامل ہے۔ مذکورہ دس نکات میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) تعلیم خواہ انفرادی طور پر دی جارہی ہو یا اجتماعی طور پر، ہر ایک کا مرکز اسلام ہو۔

(۲) تعلیمی درس گاہوں سے سچے مسلمان فارغ التحصیل کئے جائیں۔ سائنس بھی علم کا حصہ ہے۔ لیکن کسی بھی طرح کی ایجاد کا علم خالق کے عطا کردہ علوم سے باہر نہ بلکہ ہر علم اسلام کی روشنی میں حاصل کیا جائے۔

(۳) نظام تعلیم خاص طور پر محبت رسول ﷺ پیدا کرے، ساتھ ہی ساتھ صحابہ، اہل بیت، اولیاء اور علماء کی محبت بھی درس گاہوں کے درس میں شامل ہو۔

(۴) نظام تعلیم حقانیت اسلام کا داعی ہو۔

(۵) طلبہ اسلام کو ایسی تعلیم دی جائے جو دنیوی واخروی فلاح و بہبود کا ضامن ہو۔

اعلیٰ حضرت کے انہیں تعلیمی نظریات کو شرح وبسط کے ساتھ ارباب خانقاہ برکاتیہ نے اعلیٰ حضرت کے صد سالہ عرس کے موقع پر خراج عقیدت کے طور پر جو سالنامہ شائع کیا ہے اس میں ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی صاحب سے بڑے اچھوتے انداز میں مضمون قلم بند کرایا ہے جو امت مسلمہ کو دعوت فکر وعمل دینے کے ساتھ مشائخ

مارہرہ مطہرہ کی اعلیٰ حضرت سے محبت اور ان کے مشن کی ترویج میں غیر معمولی دلچسپی کی بھی عکاسی کررہا ہے۔

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ علوم معقولات و منقولات کے متبحر عالم دین، اپنے وقت کے مجدد اور مایہ ناز فقیہ و مفتی ہونے کے ساتھ عربی، فارسی اور اردو زبان و ادب کے رمز آشنا ادیب وشاعر بھی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اردو کے علاوہ عربی و فارسی نظم ونثر میں اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہے۔ اردو زبان میں ان کا قد کسی بھی جہت سے سرسید، شبلی اور ابوالکلام آزاد سے کم نہیں۔ لیکن برا ہو اس تعصب کا جس نے امام احمد رضا کی ادبی خدمات کو نظر انداز کردیا۔ تعصب وعناد کی وجہ سے اردو ادب سے تعلق رکھنے والے ادبا نے اعلیٰ حضرت کی کئی زبانوں پر مشتمل بے مثال شاعری کو نظر انداز کرنے کی جو ناپاک کوشش کی تھی وہ اب دھیرے دھیرے ناکام ہوتی جارہی ہے۔ اپنے خانوادے کے چشم و چراغ کی اسی بے مثال شاعری کو خراج پیش کرنے کے لیے مشائخ مارہرہ مطہرہ نے سالنامہ ''اہل سنت کی آواز'' جلد ۲۵رمیں پروفیسر محمد اسحاق قریشی صاحب سے ایک بہترین مضمون لکھوا کر شائع کیا ہے۔ چنانچہ اپنے اس مضمون میں پروفیسر محمد اسحاق قریشی گورنمنٹ کالج فیصل آباد، پاکستان نے آپ کی عربی شاعری پر علمی و تحقیقی انداز میں روشنی ڈالنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ پروفیسر موصوف لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ایک پرگو شاعر تھے۔ انہیں اصناف سخن کی حدود و قیود کا بھی احساس تھا اور شعر کی اثر آفرینی کا علم بھی۔ اردو، فارسی اور عربی میں ان کی شعری کاوشیں دنیائے ادب سے خراج عقیدت وصول کرچکی ہیں۔ بہت سے ماہرین فن آپ کی اردو شاعری کے حوالے سے تحقیقی مقالہ مرتب کرچکے ہیں۔ آپ کے شعری ذوق اور ادبی عظمت کو ہر صاحب فن نے سراہا ہے۔ ہماری گفتگو چوں کہ صرف عربی شاعری کے بارے میں ہے، اس لیے ان تمام فنی محاسن سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم عربی شاعری کے تناظر میں اپنی گذارشات پیش کررہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ اسی گروہ (نعت گو علماء و مشائخ) کا نمائندہ نام ہے جن کی شاعری کا سارا سرمایہ نعتیہ شاعری پر مشتمل ہے۔ عجمی ماحول میں زندگی گزارنے والے علماء اپنی ذاتی کاوشوں سے اس رابطے کو قائم رکھ سکے تھے۔ یہ محنت طلب کام تھا مگر باطنی کیف اور ذوق فراواں ان مشکلات سے کامیاب گذرنے میں معاون رہے۔ شاعری کو دو حوالوں سے ناپا جاسکتا ہے۔ ایک کمیت کے پیمانے سے اور دوسرے کیفیت کے حوالے سے۔ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی عربی شاعری برصغیر کے بہت سے بزرگوں سے تعداد شعر کے لحاظ سے زیادہ ہے۔ اگرچہ آپ کی عربی شاعری پر کوئی مستقل تالیف سامنے نہیں آئی۔ مگر پھر بھی جو کچھ ان کی تحریروں میں بکھرا ہوا ملتا ہے، وہ ایک مستقل دیوان کا حجم ضرور رکھتا ہے۔ اب تک ان کے جو اشعار دستیاب ہو چکے ہیں، ان کے مطابق مراثی، تقاریظ، مدحیہ کلام اور مناظرانہ انداز شعر کا مجموعہ 400 شعر کے قریب ہیں۔ جب کہ نعتیہ شاعری کی مناسبت سے تین سو ترپن 353 / اشعار موجود ہیں۔ اس طرح آپ کے عربی اشعار کی مجموعی تعداد 751 / شعر ہے۔ کمیت کے اعتبار سے فاضل بریلوی علیہ الرحمہ عربی زبان و ادب کے طلبہ کی خصوصی توجہ کے مستحق ہیں کہ برصغیر میں اس حد تک پرگو شاعر کم دیکھنے میں آئے۔ عربی شعر کے حوالے سے محققین کو اس جانب اپنی تحقیقات کا رخ موڑنا چاہیے۔

(ایضاً، 2018ء، ص:299-300)

مجاہد ملت کی دینی وملی خدمات

از: مولانا شمیم اختر مصباحی، استاذ مرکزی دارالقراءت، جمشید پور

امام التارکین حضرت مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن قادری عباسی علیہ الرحمہ (ولادت ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء- وصال ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء) اپنی گونا گوں صلاحیتوں، مجاہدانہ عزیمت، مومنانہ بصیرت، علم وفن میں مہارت، کردار وعمل کی پاکیزگی وطہارت اور سرکار دو عالم ﷺ سے والہانہ محبت وعقیدت میں اپنی مثال آپ تھے۔ حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ ان نفوسِ قدسیہ میں سے تھے جنھوں نے اپنی پوری زندگی دین حق کی نشر واشاعت، رسول گرامی وقار ﷺ کی عظمت ورفعت کا پرچم بلند کرنے، قوم وسماج کی فلاح و بہبود اور خدمتِ خلق کے لیے قربان کردی تھی۔ آپ کا دل ہمیشہ قوم کی فلاح وبہتری کے لیے بے تاب رہتا تھا، آپ نے اپنی حیاتِ مستعار میں بہت سی دینی، ملی، سماجی اور اصلاحی خدمات انجام دی ہیں، ذیل میں آپ کی خدمات کا مختصر سا جائزہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

آل انڈیا تبلیغ سیرت: حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ ایک زندہ دل مرد قلندر تھے، آپ ہمیشہ قوم مسلم کی سربلندی، ہمہ جہت ترقی اور فلاح و بہبود کے لیے فکر مند رہتے تھے، چناں چہ آپ قومی وملی ضرورت کے پیش نظر درس گاہی زندگی کو خیرآباد کہہ کر میدان عمل میں کود پڑے، چوں کہ یہ برطانوی سامراج اور تقسیم ہند کے بعد کا دور تھا، مسلمانوں کا بااثر طبقہ ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان جاچکا تھا اور مسلمانوں کا دینی اور ملی شیرازہ بکھر چکا تھا، ایسے ماحول میں حضور مجاہد ملت اور اکابر علماے کرام نے مسلمانوں کی صالح رہنمائی، مسلم معاشرے میں دینی اقدار و مذہبی جذبات بیدار کرنے اور سیرت مصطفیٰ کی شمع فروزاں کرنے کے لیے ''کل ہند تبلیغ سیرت'' کی بنیاد ڈالی اور مدت العمر اس کی صدارت فرماتے رہے۔

اغراض ومقاصد آل انڈیا تبلیغ سیرت:

(۱) مسلمانوں کے اصلاح عقائد واعمال و تنظیم واتحاد کی کوششیں۔
(۲) ہر زبان جس میں اسلامیات کا عظیم الشان ذخیرہ ہے اس کی بقاو تعلیم کی تدبیریں۔
(۳) اصلاح وترقی مدارس، تمام مدارس دینیہ کو منظّم کر کے ان کے نصاب میں یکسانیت پیدا کرنے کی صورتیں۔
(۴) مساجد و مقابر اور خانقاہوں اور مسجدوں وقبرستانوں کو ہر قسم کی دست برد سے بچانے اوران کوان کے مصرف پر لگانے کیلئے جدو جہد۔
(۵) اشاعت وتبلیغ، انجمن کے مقاصد سے روشناس کرانے کے لیے پریس اور اخبار جو کانفرنس کا ترجمان ہو جاری کرنے کی تدبیریں اور ملک کے ہر حصہ میں انجمن کی شاخوں کے بڑھانے کیلئے جد جہد۔

مذکورہ بالا اغراض ومقاصد کی تہہ میں پنہاں حضرت مجاہد ملت کے سوز دروں کو پڑھا اور محسوس کیا جاسکتا ہے، کس طرح کا درد اور فکر اپنے اندر رکھتے تھے! اس سے آپ کی ہمہ جہت کوششوں اور تحریکی خدمات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، بہر حال تبلیغ سیرت کا

تنظیمی ڈھانچہ تشکیل دیتے ہوئے اس کا مرکزی دفتر الہ آباد میں قائم کیا گیا اور متعدد صوبوں میں اس کی شاخیں قائم ہوئیں، ہر جگہ سے وسیع پیمانے پر کام کرنے کے لیے زبردست تحریک چلائی گئی، جابجا دینی اجلاس کے ذریعہ لوگوں کے ایمان وعقائد کی حفاظت کی گئی اور علاقائی، صوبائی اور ملکی سطح پر مسلمانوں کو درپیش مسائل اور حقوق کی بات اٹھائی گئی، اس تحریک نے اپنے محدود وسائل کے باجود زبردست کامیابی حاصل کی، ایک محتاط اندازے کے مطابق اس وقت ۳۰۰/ سے زائد مدارس ومکاتب اس کے تحت چل رہے تھے اور اس کے تحت گشتی جلسوں کا انعقاد وسیع پیمانے پر کیا گیا جس کے ذریعہ سیرت مصطفیٰ ﷺ کو گھر گھر پہچانے کی کوشش کی گئی، یقیناً اس نے سرزمین ہند میں ملت اسلامیہ کی ایسی نمایاں خدمات انجام دیں جو آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔

خاکسارانِ حق: حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ صرف ایک دینی ومذہبی پیشوا نہیں تھے بلکہ آپ ایک سچے قائد وراہنما تھے، آپ نے معاشرتی، رفاہی امور کی انجام دہی اور فرقہ وارانہ فسادات کے روک تھام کے لیے ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء میں ایک رفاہی تنظیم ''خاکسارانِ حق'' کے نام سے قائم کی جس نے مختلف موقع پر بلا لحاظ مذہب وملت انسانی فلاح وبہبود کی بے مثال خدمات انجام دیں، آپ نے پوری زندگی اس کی امارت وقیادت فرمائی، اس کا خاکی رنگ کا ڈریس کوڈ متعین کیا اور دفاع کے لیے ہاتھ میں ''بیلچے'' کا تصور پیش کیا، یہ خاکساران حق قدرتی آفات، فرقہ وارانہ فسادات کے وقت، بزرگوں کے اعراس کے موقع پر اور دینی ومذہبی کانفرنسوں کے لیے نیم فوجی دستہ کی طرح رضا کارانہ کام کرتی تھی، ذمہ داری سنبھالنے سے پہلے باضابطہ اس کا پریڈ ہوتا تھا اور حضرت کی پرجوش تقریر ہوتی تھی، خدمات کے آداب واصول بتائے جاتے تھے، اس نے ۱۹۸۰ء میں مرادآباد کے مسلم کُش فرقہ وارانہ فساد میں اپنی جان ومال کی بازی لگا کر مسلمانوں کو تحفظ فراہم کیا اور اسی طرح فیروزآباد فرقہ وارانہ فساد میں بروقت مورچہ بندی کی وجہ سے مسلمان ایک بڑے جانی مالی نقصان سے دوچار ہونے سے محفوظ رہے، یقیناً یہ اپنے آپ میں زبردست کام تھا، اگر نوجوان نسل نے اسے کشادہ قلبی سے قبول کیا ہوتا اور اس کی رکنیت حاصل کر کے اسے فروغ دینے کی کوشش کی ہوتی تو واقعی یہ ایک نمائندہ رفاہی وفلاحی تنظیم ہوتی، لیکن ہم دوسروں کی رفاہی تنظیموں کے متعلق گفتگو کرتے ہیں اور پڑھتے ہیں لیکن اپنے اسلاف کی خدمات کو فراموش کیے ہوئے ہیں۔

مجاہد ملت اور سیاست: حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ نے قوم مسلم کی ترقی، فلاح اور بہبود کے لیے صالح پاکیزہ سیاست بھی کی ہے، آپ دین کا درد اور ملت کی تڑپ رکھنے والے مدبر ودانا سیاست داں تھے، آپ نے ہمیشہ حق کی لڑائی لڑی اور آپ پوری زندگی حق کے لیے آواز بلند کرتے رہے، آپ" افضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر " کے سچے علمبردار تھے، دینی معاملات ہوں یا دنیوی ہر وقت حق وانصاف کا شیوہ اپنائے رکھتے تھے، کبھی بھی ذاتی منفعت کا پاس ولحاظ نہ رکھا، نہ کبھی ارباب حکومت سے مرعوب ہوئے، آپ کانگریس کی گندی اور جانب دارانہ سیاست سے اچھی طرح واقف تھے اور ہر محاذ پر اس کے مکروہ چہرے کو بے نقاب کرتے

رہے، اس کی مثال سماعت فرمائیں جس میں آپ کی حق گوئی اور بے باکی کو دیکھا جاسکتا ہے۔ ۱۹۷۷ء میں عام چناؤ سے پہلے آپ نے ایک وفد (جس میں مولانا ناصر فاخری الہ آباد، حاجی شریف احمد خاں پیلی بھیت، مشتاق احمد خاکسار فیض آباد شامل تھے) کے ساتھ پرائم منسٹر ہاؤس نئی دہلی میں آر کے دھون، بنسی لال، عبد الرحمٰن انتولے وغیرہ سے ملاقات کی اور بلا خوف کہا:

''تیس سال سے جتنے فسادات ہوئے سب کانگریس نے کرائے، جتنے بچے یتیم ہوئے اور جتنی عورتیں بیوہ ہوئیں سب تمھاری پارٹی اور پولس نے کیا، میں تمھاری پارٹی میں شریک ہونے نہیں آیا ہوں صرف ایک دینی ضرورت کے تحت یہاں آیا ہوں''۔

اس طرح کی کئی مثالیں موجود ہیں، ہم غیروں کی سیاسی تاریخ اور سیاسی لیڈران کے متعلق پڑھتے اور بیان کرتے رہتے ہیں لیکن اپنے اسلاف کی تاریخ کو بھلا بیٹھے ہیں، یہ ایک زندہ قوم کی مثال نہیں، میں بتاتا چلوں کہ مجاہد ملت علیہ الرحمہ ایک مجاہد آزادی بھی تھے اور ''تحریک آزادی'' میں برابر کے شریک بھی تھے لیکن جس طرح تحریک آزادی میں کانگریس کو سربراہی حاصل تھی اسی طرح آزادی کے بعد بھی پورے ملک میں کانگریس ہی کی حکومت بنی، اس لیے کانگریس سے جڑے لیڈران ہی مجاہدین آزادی اور فریڈم فائٹر کہلائے، حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ نے انگریز حکومت کے ذریعہ ۱۹۳۰ء میں نافذ کیے گئے ''واٹرٹیکس'' کے خلاف احتجاج کیا اور ضلع بھدرک میں ان کی قیادت فرمائی، جس کی وجہ سے آپ جیل گئے اور قوم کی خاطر صعوبتیں برداشت کیں اور مسلسل برطانوی سامراج کے خلاف آواز بلند کرتے رہے لیکن خود کو کسی سیاسی پارٹی سے انتساب نہیں کیا نہ ہی کسی سیاسی پارٹی کے آلہ کار بنے، اگر یہ واقعہ کسی کانگریسی لیڈر کے ساتھ پیش آیا ہوتا تو وہ فریڈم فائٹر ہوتا، بہر حال آپ نے قوم کی فلاح بہبود کے لیے سیاست میں حصہ لیا لیکن آپ نے کبھی بھی قوم کا سودا نہیں کیا اور نہ ہی اندھیرے اور چپکے سے کسی صاحب اقتدار سے ملاقات کی۔ یقیناً آپ کی ذات آج کے مسلم قائدین کے لیے نمونہ ہے جو چند ٹکوں میں اپنے ضمیر کا سودا کر دیتے ہیں۔

حبیب المطابع اور مکتبۃ الحبیب: حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ ہمہ جہت شخصیت تھے، آپ دین وسنیت کے فروغ کے لیے ہر طریقۂ کار کو بروئے کار لانے کی کوشش کرتے تھے، آپ نشرو اشاعت اور کتب ورسائل کے تقاضوں سے اچھی طرح واقف تھے جیسا کہ آپ نے تبلیغ سیرت کے پانچ نکاتی اغراض و مقاصد میں ملاحظہ کیا، آپ نے اس کی اہمیت پر پوری توجہ فرمائی کہ نشرواشاعت کے سلسلے میں ایک پریس بھی نصب کیا جائے اور شاندار مکتبہ بھی قائم کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے ''جامعہ حبیبیہ'' کے لیے انگلینڈ سے ایک ''لیتھو پریس''، منگوایا مگر چوں کہ اس وقت جامعہ میں نصب کرنے کے لیے معقول بندوبست نہ تھا، اس لیے یہ پریس ایک عرصہ تک ایک مقامی شخص کی تحویل میں رہا، پھر جب جامعہ میں مستقل ایک کمرہ تیار ہو گیا تو اسے جامعہ میں نصب کیا گیا اور اسے ''حبیب المطابع'' کا نام دیا گیا اور ''مکتبۃ الحبیب'' کے نام سے ایک مکتبہ قائم کیا گیا، درسی و غیر درسی کتابوں کی اشاعت عمل میں آئی، اس نے اپنی معیاری طباعت سے اپنا ایک امتیازی حیثیت حاصل کیا۔ یقیناً اپنے آپ میں یہ ایک شاندار اور منفرد کام تھا۔

عصری اداروں کا قیام: حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ علم دوست انسان تھے، آپ کو علما اور اہل علم سے گہرا لگاؤ اور بڑی محبت تھی، اس لیے آپ نے علم خواہ دینی ہو یا عصری، کی نشر واشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، مدارس، مساجد، اسکول اور کالج کی تعمیر و ترقی میں اپنا مال خرچ کیا، اپنے مریدین ومتوسلین کی توجہ اس جانب مبذول کرائی، دھام نگر ہائی اسکول، دھام نگر کالج، بھگوانپور ایم۔ای اسکول، دھن باڑ اسکول کے قیام میں آپ نے زمینیں وقف کیں اور مالی تعاون بھی فرمایا۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی درگاہ کو غیر مسلم قابضین سے آزاد کرایا۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کا روح فرسا واقعہ پیش آیا، اس کے بعد بڑی تعداد میں مسلمانوں نے نقل مکانی کی، اپنے املاک اور اوقاف چھوڑ کر پاکستان ہجرت کر گئے، باز آباد کاری کے نام پر غیر مسلم مہاجروں کو مسلمانوں کی املاک مل گئی اور بعض جگہ انھوں نے خود ہی قبضہ کر لیے، اسی طرح انھوں نے محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے مزار مقدس کو بھی اپنے قبضہ میں لے لیا، ادھر مجاہد ملت علیہ الرحمہ کو خبر ہوئی تو آپ بہت پریشان ہوئے چوں کہ اس وقت تقسیم ہند اور فرقہ ورانہ فساد کی وجہ سے حالات کشیدہ تھے، جوں ہی حالات ساز گار ہوئے تو آپ نے کوششیں تیز کر دیں کیوں کہ مسلم اوقاف کی حفاظت وصیانت آپ کی مشن کا حصہ تھا، بالآخر ایک مشہور سیاسی لیڈر سکندر بخت کی مدد سے درگاہ کو قابضین سے آزاد کرایا اور خاص اپنی جیب سے خرچ کر کے مزار شریف کے گنبد کو دوبارہ تعمیر کرایا۔ ملخصاً۔

(تبلیغ سیرت کا مجاہد ملت نمبر، ص ۳۶۵)

دل میں روشن وہی الفت کا دیا کرتے ہیں

از۔ وصی واجدی مکرانی، صدر کائنات سخن، سرلاہی نیپال

جو ترے نقش کفِ پا پہ چلا کرتے ہیں
دل میں روشن وہی الفت کا دیا کرتے ہیں

میرے سرکار سے جو عہدِ وفا کرتے ہیں
وہ کسی پہ بھی کہاں ظلم و جفا کرتے ہیں

آج بھی خوف سے تھراتے ہیں کسریٰ کے مکیں
نام جب ان کے گداؤں کا سنا کرتے ہیں

در پہ جاتے ہیں جو امیدوں کا لشکر لے کر
سب کے کشکول سرکار بھرا کرتے ہیں

ان کے ہو جاتے ہیں آسان مسائل سارے
مشکلوں میں جو ترا نام لیا کرتے ہیں

دیکھ کر ان کو تعجب میں ہیں آلام جہاں
نام جو دکھ میں محمد کا لیا کرتے ہیں

قرب محبوب میں رہتے ہیں، انہیں کیا معلوم
ہجر میں اشک کیوں آنکھوں سے بہا کرتے ہیں

جن کا دل عشق وعقیدت سے ہے خالی خالی
ہاں وہی آپ پہ تنقید کیا کرتے ہیں

یہ سلیقہ بھی وصیؔ سیکھا رضا سے میں نے
کیسے سرکار سے وہ عشق کیا کرتے ہیں

خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے علمی وادبی آثار

دوسری و آخری قسط

از۔مولانا محمد طفیل احمد مصباحی

خواجہ بندہ نواز کی شاعرانہ حیثیت: حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کی فکر و شخصیت بڑی تہہ دار تھی۔آپ عالم، فاضل، محدث، مفسر، فقیہ و مفتی، صوفی، ولیِ کامل، صوفیِ مرتاض، محقق، ادیب، مصنف، نثر نگار اور شاعر سب کچھ تھے۔آپ کے علمی وادبی آثار کا ایک نمایاں پہلو اور قابلِ ذکر حصہ آپ کے فارسی و دکنی کلام بھی ہیں۔ اس لیے اس جہت (شاعرانہ حیثیت) سے گفتگو بھی ضروری معلوم ہوتی ہے۔ایک سو سے زائد نثری کتب کے مصنف ہونے کے علاوہ آپ فارسی کے ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے۔آپ کو اردو کے پہلے مصنف اور پہلے نثر نگار ہونے کے علاوہ دکن کے پہلے شاعر ہونے کا بھی شرف و اعزاز حاصل ہے۔مشہور محقق اور ماہرِ دکنیات نصیر الدین ہاشمی نے اپنی تحقیقی کتاب ''دکن میں اردو'' میں حضرت خواجہ بندہ نواز کو دکن کا پہلا شاعر تسلیم کیا ہے اور لکھا ہے کہ موجودہ تحقیقات کے لحاظ سے خواجہ بندہ نواز سید محمد حسینی گیسو دراز علیہ الرحمہ متوفیٰ: 825ھ دکن کے پہلے شاعر قرار پاتے ہیں۔

(دکن میں اردو، ص: 42، مطبوعہ: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی)

پروفیسر خلیق انجم صاحب آپ کی شاعرانہ حیثیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت خواجہ بندہ نواز فارسی کے بڑے اچھے شاعر تھے۔ان کا فارسی دیوان گلبرگہ سے شائع ہو چکا ہے۔دکنی میں بھی شعر کہا کرتے تھے۔ ان کی ایک نظم ''چکی نامہ'' ادارہ ادبیات اردو میں موجود ہے، جس کی نقل میرے کرم فرما جناب محی الدین صاحب قادری زور نے میری درخواست پر ارسال فرمائی ہے۔اس نظم کے علاوہ بھی کچھ کلام ملتا ہے۔میں نے تمام دکنی کلام کو یکجا کر دیا ہے۔حضرت کا فارسی میں کوئی خاص تخلص نہیں تھا .... القاب اور کنیت کے ساتھ ان کا پورا نام ''صدر الدین ابوالفتح سید محمد حسینی گیسو دراز'' تھا۔ان میں جو مناسب سمجھا، مقطع میں استعمال کر لیا اور ایک غزل کے مقطع میں یہ سب الفاظ (اسما) جمع کر دیے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

اے ابو الفتح محمد صدرِ دیں گیسو دراز
مختصر کن چند نالے قصۂ خود گرد آر

لیکن اس کے برعکس دکنی شاعری میں ان کا تخلص ''شہباز'' تھا۔آپ کا دکنی کلام یا تو بیماریوں کے علاج کے مختلف طریقوں پر مشتمل ہے یا پھر صوفیانہ ہے۔

(مقدمہ معراج العاشقین، مرتبہ خلیق انجم، ص 84، ناشر مکتبہ شاہراہ، اردو بازار، دہلی)

حضرت خواجہ بندہ نواز چوں کہ ''ہر فن مولیٰ'' واقع ہوئے تھے، اس لیے آپ کے اندر شعر و سخن کا ملکہ بھی موجود تھا، لیکن اس فن سے آپ کو زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ ہاں! جب کبھی شاعری کی طرف طبیعت کا

میلان ہوتا اور جذبۂ عشقِ صادق سے مغلوب الحال ہو جاتے تو غزلیہ اشعار زبان پر مچلنے لگتے اور نہایت قادر الکلامی کے ساتھ اشعار موزوں فرماتے۔ آپ کے فارسی مجموعۂ غزلیات ''انیس العشاق'' کے نام سے موسوم ہے، جس میں کُل 327 / غزلیات، 26 / اشعار کی ایک مثنوی اور 9 / رباعیات ہیں۔ آپ کی فارسی و دکنی شاعری زبان و ادب کا ایک بیش قیمت سرمایہ ہے۔ آپ کی شاعرانہ حیثیت، ادبی مہارت اور آپ کے فارسی و دکنی کلام کے ادبی وفنی محاسن پر پی ایچ ڈی کی جاسکتی ہے۔ اللہ کرے کوئی نیک بندہ سامنے آئے اور اس مرحلۂ شوق کی تکمیل فرمائے۔

''اس مرحلۂ شوق کی تکمیل ہو یا رب''

دیوان کا آغاز حمدِ الٰہی سے ہوتا ہے۔ لیکن اس سے پہلے عربی زبان میں ایک کلام ہے، جو حمد و نعت اور منقبتِ خلفائے راشدین پر مشتمل ہے۔ بعد ازاں آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کی منقبت ہے۔ اس کے بعد حروفِ تہجی کے اعتبار سے غزلیہ کلام کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ راقم الحروف کا مقصد آپ کے کلام کا تجزیہ کرنا نہیں، بلکہ بحیثیتِ شاعر آپ کا تعارف کرانا اور نمونۂ کلام پیش کرنا ہے۔ چند نمونۂ کلام ملاحظہ کریں:

تعالیٰ اللہ عن قیل و قال
و عن حد و رسم والمثال
قریب ذاتہ من کل شیء
و لٰکن لیس یوصف باتصال
بعید ذاتہ ایضاً و لٰکن
بلا وصف التفرق و انفصال
تنزہ عن مکان حال منہ
و لا یوجد مکان عنہ خال
صلٰوۃ و السلام علی رسول
حمید احمد حسن الخصال
کریم، راحم، برّ، رؤف
شریف، شافع اھل الضلال
علیٰ اصحابہ تسلیم عبد
ذلیل خاضع ذی الابتذال

(انیس العشاق، ص5، مطبوعہ گلبرگہ)

اے خداوندے کہ از جودش جہانے را وجود
اے خداوندے کہ از بودش ہمہ عالم بہ بود
اے خداوندے کہ او ذراتِ عالم را محیط
عالم و آدم ہم از وے یافتہ یک یک شہود
اے خداوندے کہ عینِ ما بعین العین است عیاں
اے ابو الفتح! او بیامد عین ما را در ربود

(انیس العشاق، ص6، مطبوعہ گلبرگہ شریف)

خواجہ بندہ نواز کو حضرت شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ سے بے پناہ عقیدت تھی۔ ان کی ایک مقبول ترین غزل کا مطلع ہے:

منزلِ عشق از جہانِ دیگر است
مردِ معنیٰ را نشانِ دیگر است

اسی غزل کی طرز پر اسی بحر اور ردیف و قافیہ میں خواجہ بندہ نواز کی بھی ایک غزل ''انیس العشاق'' میں موجود ہے۔ ضیافتِ طبع کے لیے دو

اشعار نذرِ قارئین ہیں:

مردِ معنی از جہانِ دیگر است
گوہرِ لعلش زکانِ دیگر است
کُشتگانِ غمزۂ عشاق را
ہر زماں از لطف جانِ دیگر است

علاوہ ازیں مندرجہ ذیل اشعار سلاست و روانی، نفاست و برجستگی اور وارفتگی و شیفتگی کا بے مثل نمونہ ہیں:

صباحے، دلربائے، مرحبائے
مبارک مطلع میموں لقائے
لبِ میگوں او یارب چہ لعلے است
کہ ہر دم می چکد از وے صفائے
اگر تو پند گوئی نیک خواہی
مزیدِ درد ما را کن صفائے
بخواں الحمد و بر دل زن بفرما
مبادا دردِ ایں دل را دوائے
ہمیشہ بودہ ام معشوقِ خوباں
کنوں عاشق شدم دیدم بلائے
نمی خواہد خداوندا محمدؐ
کہ بیند عشقِ خود را انتہائے

آپ کی دکنی شاعری میں ''چکی نامہ'' خاصی مشہور نظم ہے، نمونے کے طور اس کے بھی چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

دیکھو واجب تن کی چکی
پیو چا تر ہو کے سکی
سوکن ابلیس کھنچ کھنچ تھکی
کے یا بسم اللہ ہو ھو ھو اللہ
الف اللہ اس کا دستا
میانے محمد ہو کو بستا
پہنچی طلب یوں کو دستا
کے یا بسم اللہ ھو ھو اللہ

(دیباچہ معراج العاشقین، مرتبہ خلیق انجم، ص 86)

معراج العاشقین اردو کی پہلی تصنیف: خواجہ بندہ نواز گیسودراز کے اکثر کتب و رسائل فارسی زبان میں ہیں اور بعض عربی میں۔ لیکن ''معراج العاشقین'' آپ کا تحریر کردہ وہ واحد رسالہ ہے، جسے آپ نے اردو زبان میں تحریر فرمایا ہے اور یہ اردو زبان کی سب سے پہلی کتاب تسلیم کی جاتی ہے۔ خواجہ بندہ نواز کی طرف اس کے انتساب کو اگر چہ بعض محققین شبہات کی نظر سے دیکھتے ہیں، لیکن حقیقت یہی ہے کہ یہ آپ کی تصنیف ہے اور اردو زبان کی پہلی با ضابطہ تصنیف ہے اور چوں کہ یہ اردو زبان میں لکھی گئی پہلی تصنیف ہے، اس لیے اردو کے بڑے بڑے محققین و ناقدین نے اپنی عنانِ تحقیق و تنقید اس کی جانب مبذول کی ہے۔ بابائے اردو مولوی عبد الحق، پروفیسر گوپی چند نارنگ اور پروفیسر خلیق انجم کی تصحیح و تصویب اور تحقیق و ترتیب کے ساتھ یہ متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔

بابائے اردو مولوی عبدالحق لکھتے ہیں:

حضرت گیسودراز صاحبِ تصانیفِ کثیرہ تھے۔ آپ کی کتابیں زیادہ تر فارسی میں ہیں اور بعض عربی میں۔ یہ بھی مشہور ہے کہ انھوں نے عام

لوگوں کی تلقین (اصلاح و ہدایت) کے لیے بعض رسالے اپنی زبان (دکنی) میں بھی لکھے۔ان کا ایک رسالہ ''معراج العاشقین'' میں مرتب کر کے شائع کر چکا ہوں۔اس کا سنِ کتابت 906 ہجری ہے۔
(اردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا کام، ص 23، مطبوعہ انجمن ترقی اردو، کراچی، پاکستان)
اردو زبان کے قدیم کتب و رسائل ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔لیکن خواجہ بندہ نواز کی ''معراج العاشقین'' کو اس لیے اہمیت و فوقیت حاصل ہے کہ یہ اردو کے پہلے مصنف اور پہلے نثر نگار کی پہلی اردو تصنیف ہے۔ اس کی نثر اردو نثر کا اولین نمونہ سمجھی جاتی ہے۔ اس کتاب کے بعد ہی سے اردو نثر نگاری اور اردو کتب نویسی کا باضابطہ آغاز ہوتا ہے۔ ڈاکٹر سید مبارز الدین رفعت اپنے تحقیقی مضمون ''شکارنامہ'' میں لکھتے ہیں:
گلبرگہ کو تنہا یہی شرف حاصل نہیں کہ وہ ایک قدیم تاریخی مقام ہے اور دکن کی پہلی اسلامی ریاست کا صدر مقام رہا ہے، اس کی خاک میں مختلف مذاہب کے بڑے بڑے پیشوا آسودۂ خاک ہیں۔ بلکہ اس سرزمین کو یہ بھی افتخار حاصل ہے کہ اسی سرزمین پر اردو نے پہلی بار عام بول چال کی زبان سے بڑھ کر ادبی روپ اختیار کیا اور اسی کی گود میں اردو کا اولین نثر نگار (خواجہ بندہ نواز گیسو دراز) آسودۂ خاک ہے۔ حضرت مخدوم ابوالفتح صدرالدین سید محمد حسینی خواجہ گیسو دراز بندہ نواز کو ہم سب ایک ولیِ کامل اور ایک ہادیِ اعظم کی حیثیت سے جانتے اور مانتے ہیں۔ اکثر لوگوں کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ وہ بہت بڑے عالمِ دین اور عربی و فارسی زبانوں کی کئی بلند پایہ کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ لیکن کم ہی لوگوں کو یہ بات معلوم ہوگی کہ آپ نے اردو زبان میں بھی کئی رسالے تصنیف فرمائے ہیں اور آپ کے لکھے ہوئے یہی رسالے اردو نثر کے اولین نمونے سمجھے جاتے ہیں۔ اردو زبان کے لیے یہ بڑی فالِ نیک رہی کہ آج سے تقریباً چھ سو سال پہلے اس کی ادبی نثر کی ابتدا خواجۂ دکن جیسی مطہر اور مقدس ہستی کے مبارک ہاتھوں سے ہوئی۔ یہ آپ ہی جیسے ولیِ کامل کے پاس انفاس کی برکت کا نتیجہ رہا کہ یہ زبان آگے چل کر خوب پھلی پھولی اور ہندوستان کی زبانوں میں اسے ایک اونچا اور باعزت مقام حاصل ہوا۔
(ماہنامہ شہباز، گلبرگہ شریف، جنوری و فروری 1962ء، ص 9)
اردو کی پہلی کتاب اور اردو نثر کا ابتدائی نمونہ ہونے کی وجہ سے ''معراج العاشقین'' کو لسانی حیثیت سے اردو کی اہم ترین کتاب مانا گیا ہے۔ اسی اہمیت و قدامت کے سبب یہ کتاب عرصۂ دراز سے دہلی یونیورسٹی اور پنجاب یونیورسٹی کے نصاب میں شامل ہے۔اس کتاب کا موضوع تصوف ہے اور اس میں تصوف کا بنیادی نظریہ پانچ تن یعنی واجب الوجود، ممکن الوجود، عارف الوجود، ذکرِ جلی اور ذکرِ الٰہی پر خصوصیت کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ جناب مشتاق فاروق (ریسرچ اسکالر یونیورسٹی آف حیدر آباد، تلنگانہ) اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:
اردو زبان و ادب کی تاریخ میں ہنوز ''معراج العاشقین'' اردو کی قدیم ترین نثری تصنیف مانی جاتی ہے۔اس کتاب کے مصنف دکن کے مشہور و معروف اور بلند پایہ صوفی بزرگ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز ہیں۔خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کو عربی، فارسی اور دکنی زبان پر کافی دسترس حاصل تھی۔انہوں نے کئی رسائل اور کئی کتابیں تخلیق کی ہیں۔ ان کے جملہ رسائل و کتب کی تعداد مختلف محققین نے مختلف بتائی ہے۔لیکن ان تمام تصانیف کا موضوع تصوف، مذہب اور احکام

شریعت ہے۔لیکن ان کی تمام تصانیف میں سب سے زیادہ شہرت ومقبولت ''معراج العاشقین'' کوحاصل ہوئی ہے۔ یہ ایک رسالہ ہے اورتصوف اس کا بنیادی محور ومرکز ہے۔ یہ کتاب دہلی یونیورسٹی اور پنجاب یونیورسٹی کے نصاب میں بہت عرصے سے شامل ہے،جس سے اس کتاب کی اہمیت وافادیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔اس رسالے میں قرآن واحادیث کے ذریعے مسلک تصوف کو بہتر طور پر سمجھانے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ تصوف کے ایک مخصوص نظریہ ''پانچ تن'' یعنی واجب الوجود، ممکن الوجود، عارف الوجود، ذکر جلی اور ذکر حق کے ذریعے ایک انسان کس طرح واجب الوجود تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔''معراج العاشقین'' اردو کی پہلی نثری کتاب تسلیم کی جاتی ہے۔اسے سب سے پہلے مولوی عبد الحق نے مرتب کر کے مع مقدمہ 1343ھ مطابق 1927ء میں دو قلمی نسخوں کی مدد سے شائع کیا ہے۔

بہرکیف!اس مختصر سے مقالے میں ''معراج العاشقین'' پر تفصیلی روشنی ڈالنا ممکن نہیں، مقصد صرف تعارف پیش کرنا ہے۔ یہاں نمونے کے طور پر کتاب کے آغاز واختتام کی عبارت پیش کی جاتی ہے، تا کہ کتاب میں موجود اردو کے اولین نثری نمونے کا اندازہ ہو سکے۔

نمونۂ نثر: (الف) قال نبی علیہ السلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم): کہے انسان کے بوجنے کوں پانچہ تن۔ ہر ایک تن کوں پانچ دروازے ہیں۔ ہور پانچ دروازے ہیں۔ پیلا تن: واجب الوجود، مقام اس کا شیطانی۔نفس اس کا امارہ یعنی واجب کے آنک سوں غیر نہ دیکھنا سو۔ حرص کے کان سوں غیر نہ سنا سو۔حسد تک سوں بد بوئی نہ لینا سو۔ بغض کے زبان سوں بد بوئی نہ لینا سو۔ کینا کے شہوت کوں غیر جا کا خرچنا سو۔ پیر طبیب کامل ہونا نبض پچھان کو دوا دینا۔

طبیبِ عشق را دکّان کدام است

علاجِ جاں کند او را چہ نام است

پیر منع کئے سو پرہیز کرنا۔مراقبہ کی گولی مشاہدے کے کانسے میں میکائیل کے مدد کے پانی سوں۔جلی کا کاڑا کر کو پیلانا۔سگُن کا کاڑا دینا۔نرگُن ہوا تو شفا پاوے گا۔طبیب فرمائے، تیوں پرہیز کرے۔

(ب) قال نبی علیہ السلام: علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ او معنا میری امت کے بوجنے سولوں گا ان کے پیغمبراں اسے اچھی گے۔

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید

کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

اس کا معنی نبی جیوں بوجے بغیر نا انپڑے وطن کوں۔اے عزیز، مریدِ صادق! اچھے پیر کے ہوا کون امر خدا ہور رسول پیدا کیا ہے۔اپنے بوج کوں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو۔ یہی ہے نصیحت کرنے کوں۔

(معراج العاشقین، ص61 / 81، مطبوعہ شاہراہ، اردو بازار، دہلی)

علماو مشائخ و مصنفین کے تاثرات واعترافات:

صاحبِ مرأۃ الاسرار شیخ عبد الرحمٰن چشتی قدس سرہ (متوفیٰ 1094ھ) لکھتے ہیں:

آں معدنِ عشق و ہمدمِ وصال، آں کلیدِ مخزنِ ذو الجلال، آں مستِ الست، نغماتِ بے ساز، محبوبِ حق حضرت سید محمد گیسو دراز قدس سرہ بن سید یوسف الحسینی دہلوی۔ آپ حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے بزرگ ترین خلفا میں سے تھے۔سید ہونے کے علاوہ آپ

علم اور ولایت میں بھی ممتاز تھے۔ آپ شانِ رفیع، مشربِ وسیع، احوالِ قوی، ہمتِ بلند اور کلماتِ عالی کے مالک ہیں۔ مشائخِ چشت کے درمیان آپ ایک خاص مشرب رکھتے ہیں۔ اسرارِ حقیقت میں آپ کا طریق مخصوص ہے۔

(مرأۃ الاسرار مترجم، ص 975، مطبوعہ لاہور)

مشہور محقق و مصنف مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں:

از عظمائے اولیائے حق بین و کبرائے مشائخِ متقدمین و خلیفہ راستین شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی است۔ جامع درمیانِ سیادت و نجابت و کرامت و ولایت، شانِ رفیع و مراتبِ منیع و کلامِ عالی داشت۔ اورا در مشائخِ چشت اہل بہشت مشرب است خاص در بیانِ اسرارِ حقیقت وطریقے است مخصوص در بیانِ معرفت۔

(خزینۃ الاصفیاء، جلد اول، ص 381، مطبوعہ منشی نولکشور، کان پور)

خزینۃ الاصفیاء کی مذکورہ بالا عبارت ''اخبار الاخیار'' سے لی گئی ہے۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے بعینہٖ یہی بات لکھی ہے اور خواجہ بندہ نواز کے فضل و کمال کا شایان شان تذکرہ کرتے ہوئے ان کی علمی جلالت اور روحانی فضل و کمال کا اعتراف کیا ہے۔ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز بلا مبالغہ بحرِ شریعت و طریقت کے غواص تھے۔ دینی علوم کا شاید ہی کوئی ایسا شعبہ ہو جو آپ کی دسترس سے باہر ہو۔ قرآن و حدیث اور تفسیر و فقہ میں مہارتِ تامہ حاصل تھی اور جہاں تک علمِ سلوک و تصوف کی بات ہے تو اس میں آپ کو درجۂ اختصاص بلکہ اجتہادی مقام حاصل تھا۔ ''جوامع الکلم'' میں مختلف علوم و فنون سے متعلق آپ نے ایسے ایسے دقیق مباحث اور نکات و غوامض بیان کیے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے اور آپ کی علمی مہارت کے آستانے پر جبینِ فکر و قلم سجدہ ریز ہوتی نظر آتی ہے۔ ''نزھۃ الخواطر'' کا یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں اور خواجہ بندہ نواز کی عظمت و رفعت اور بلند و بالا مقامِ علمیت کا اندازہ لگائیں:

آپ ایک بہت بڑے عالم، صوفی، عارف، قوی النفس، عظیم الہیبت اور جلیل الوقار تھے۔ شریعت و طریقت کے جامع تھے۔ بڑے متقی، پرہیزگار، عابد و زاہد اور حقائق و معارف کے سمندر میں غوطہ لگانے والے بزرگ تھے۔ فقہ، تصوف، تفسیر اور دیگر علوم و فنون کی ترویج و اشاعت میں آپ نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ (نزھۃ الخواطر)

سید صباح الدین عبد الرحمٰن لکھتے ہیں:

آپ صوفیائے کرام میں قطب الاقطاب، قامعِ بیخِ کفر و بدعت، مقصودِ خلقتِ عالم، معدنِ عشق، ہمدمِ وصال، کلیدِ مخازنِ حضرت ذو الجلال، مستِ الست، نغماتِ بے ساز، محبوبِ حق وغیرہ جیسے بھاری بھرکم القاب و آداب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ حضرت سید گیسو دراز کے عظیم المرتبت ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ جیسے جلیل القدر بزرگ بھی ان کی خدمت میں روحانی استفادہ کے لیے تشریف لائے۔

(بزمِ صوفیہ، ص ۵۰۷/ ۵۰۸، مطبوعہ دار المصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ)

وفاتِ حسرت آیات: افسوس کہ نصف صدی سے زائد عرصے تک دعوت و تبلیغ، رشد و ہدایت اور تصنیف و تالیف کی گراں خدمات انجام دینے والے اس بزرگ کا ایک سو چار سال کی عمر میں 825ھ میں وصال ہو گیا اور سلسلۂ چشتیہ کے آسمان کا یہ چمکتا دمکتا سورج پورے جاہ و جلال کے ساتھ اپنی شعائیں بکھیرنے کے بعد ہمیشہ کے

لیے غروب ہوگیا۔ ''مخدومِ دین ودنیا'' سے تاریخِ وفات برآمد ہوتی ہے، جو حقیقت پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علمی و روحانی فیوض و برکات سے ہم سب کو مالا مال فرمائے۔ آمین!!!

تعلیمات: بزرگانِ دین کی تعلیمات و ارشادات اور اقوال و ملفوظات، مادی و روحانی اعتبار سے بڑی اہمیت کے حامل ہوا کرتے ہیں۔ ان نفوسِ قدسیہ کی زبانِ فیض ترجمان سے ادا ہونے والے مبارک جملے، حیات بخش فقرات، نصیحت آمیز کلمات اور انقلاب آفریں الفاظ و حروف بڑے مؤثر اور دل پذیر ہوا کرتے ہیں۔ لہٰذا حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز علیہ الرحمہ کے مختصر احوال و آثار کے ذکر کے بعد آپ کے کچھ اقوال وارشادات نذرِ قارئین کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(1) ایک بندہ حقیقت و طریقت کو شریعت کی ضد نہ سمجھے۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کا خلاصہ تصور کرے۔ جس طرح اخروٹ کا مغز اخروٹ کے چھلکے سے بظاہر مختلف معلوم ہوتا ہے، پھر بھی مغز کا جز چھلکے میں اس طرح ملا ہوتا ہے کہ اس سے بھی تیل نکالا جاتا ہے۔ اسی طرح حقیقت و طریقت اور شریعت تینوں ایک ہی ہیں۔

(2) رات کے وقت بستر پر انسان کو سوچنا چاہیے کہ اس نے دن میں کون کون سا کام کیا اور دن میں سوچنا چاہیے کہ رات کو کیا کیا۔ اپنے کاموں کا محاسبہ کرو۔ اگر دینی کام اور اچھے کام زیادہ کیے ہیں تو خدا کا شکر ادا کرو اور اس پر استقلال برتو اور اگر دین کے کاموں میں کچھ غفلت برتی ہے تو توبہ کرو اور جہاں تک ممکن ان کی تلافی کرو۔

(3) اگر پیر، مرید کو نامشروع کاموں کاموں کی دعوت دیتا ہو تو مرید ایسے پیر کو چھوڑ دے، لیکن اس طرح کہ پیر کو معلوم نہ ہو کہ اس نے بد اعتقادی کی وجہ سے علاحدگی اختیار کی ہے۔

(4) جب تک ایک شخص تمام دنیاوی چیزوں سے فارغ نہ ہو جائے، راہِ سلوک میں قدم نہ رکھے۔

(5) روزہ ارکانِ تصوف میں سے ہے۔ اس لیے صوفی کے لیے روزہ رکھنا ضروری ہے۔ روزے سے نفس مغلوب رہتا ہے اور اس میں عجب اور غرور پیدا نہیں ہوتا۔

(6) اگر ایک سالک کمالات کے اعلیٰ درجہ پر بھی فائز ہو جائے تو بھی وہ اپنے اوراد و وظائف کے معمولات کو ترک نہ کرے۔

(7) زوال کے وقت قیلولہ کریں، تاکہ شب بیداری میں آسانی ہو۔

(8) سالکوں کو ہمیشہ باوضو رہنا چاہیے۔ ہر فرض نماز کے لیے تازہ وضو کرنا بہتر ہے۔ وضو کے بعد تحیۃ الوضو ادا کریں۔

(9) دل سے ہوس کو دور کریں اور اگر دور نہ ہو تو اس کے لیے مجاہدہ و ریاضت کرتے رہیں۔

(10) کسی بھی حال میں اپنے نام کو شہرت نہ دیں۔ بازار صرف شدید ضرورت کے وقت جائیں۔

(11) گرسنگی و تشنگی (بھوک پیاس) اور شب بیداری کو دوست رکھیں۔

(12) اپنے پاس لوگوں کی زیادہ آمد و رفت نہ ہونے دیں۔

(13) نفس کی شکستگی کے لیے فاقہ ضروری ہے۔

(14) امیروں کی صحبت سے دور و نفور رہیں۔

(15) مصیبت کے وقت مضطر اور مضطرب نہ ہوں۔ کسی بھی حال میں نہ روئیں اور روئیں بھی تو اس لیے کہ کہیں منزلِ مقصود تک پہنچنے سے پہلے اس کو موت نہ آ جائے۔

دل میں آنے والے خیالات کے اقسام واحکام

از۔افادات امام احمد رضا۔ترجمہ: مولانا محمد رئیس اختر، بارہ بنکی

ہاجس کا مفہوم:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

معاذ اللہ! اگر دل میں گناہ کا خیال آئے تو کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ توفیقِ الٰہی جن کی دستگیری کرتی ہیں، وہ اس کی طرف بالکل راغب نہیں ہوتے اور اس بات کو بھی پسند نہیں کرتے کہ ان کا دل اس گناہ کے خیال سے آلودہ ہو تو وہ خیال آتے ہی اسے دفع کر دیتے ہیں، اس (خیال) کو ''ہاجس'' کہتے ہیں۔

خاطر کا مفہوم:

کچھ لوگ جو اس مقام پر نہیں ہوتے دشمن شیطان ان کے سامنے اس گناہ کو بنا سنوار کر پیش کرتا ہے اور ان سے اس کی لذتیں، شہوتیں اور طرب ومستی بیان کرتا ہے۔ لیکن پھر بھی وہ اس کے قابو میں نہیں آتے۔اسے ''خاطر'' کہتے ہیں۔

حدیث نفس کا مفہوم:

اگر معصیت کا یہ خیال باقی رہے اور اس کے دل میں اس کی جانب جھکاؤ ہوجائے لیکن تقاضائے ایمانی اس سے برسرِ پیکار ہوجائے اور وہ تردد اور پس وپیش میں پڑ جائے۔ اسے ''حدیث النفس'' کہتے ہیں۔ پھر اگر توفیقِ الٰہی اس کی رفیق ہو تو تقاضائے ایمانی غالب آجاتا ہے، اور وہ خیال وہیں ختم ہوجاتا ہے اور اس سے آگے نہیں بڑھ پاتا۔

ہم کا مفہوم:

اگر وہ بندہ سست پڑ جائے اور شیطانی وسوسہ غالب ہوجائے تو اس کے دل میں معصیت کا قوی میلان ہوجاتا ہے اور وہ اسے عملی جامہ پہنانا چاہتا ہے لیکن ابھی اس کے دل میں کچھ تقاضائے ایمانی باقی رہتا ہے اگرچہ تھوڑا ہی سہی۔ تو اگر وہ دو تین بار کہے کہ میں اس معصیت کو سرانجام دوں گا، کیوں کہ اس میں ایسی ایسی لذتیں ہیں۔ پھر ایک مرتبہ کہے کہ میں یہ معصیت کیسے کرسکتا ہوں جب کہ اس میں اللہ کی ناراضی ہے تو اسے ''ہم'' کہتے ہیں۔

عزم کا مفہوم:

پھر اگر وہ ان سعادت مند لوگوں میں سے ہوتا ہے جنھیں اللہ محفوظ رکھنا چاہتا ہے تو اسے خبیث مردود شیطان سے بچالیتا ہے اور ایسے لشکروں سے اس کے ایمانی تقاضائے کو رصد پہنچاتا ہے جو تمھیں نظر نہیں آتے یہاں تک کہ وہ شیطانی وسوسے پر غالب آجاتا ہے جس کے نتیجے میں وہ وسوسہ ختم ہوجاتا ہے۔ ورنہ وہ وسوسہ قوی ہوتا رہتا ہے اور ایمانی تقاضا کمزور پڑتا رہتا ہے یہاں تک کہ وسوسہ باقی رہ جاتا ہے اور تقاضائے ایمانی کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔اس وقت وہ بندہ کہتا ہے کہ میں اسے ضرور کروں گا اور اسے چھوڑنے کی طرف راغب نہیں ہوتا۔ پھر اسے قدرت ہوتی ہے تو وہ اس معصیت کو کرنے بھی لگتا ہے الا یہ کہ

رحمتِ الٰہی اس کی یاوری کرے اور اسے اس معصیت سے روک لے اور ربانی قوت سے اسے دور کردے، اسے ''عزم'' کہتے ہیں۔

خیالات کے احکام شرعیہ:

''ہاجس'' اور ''خاطر'' بالاجماع مطلقاً مرفوع ہیں۔ ''ہاجس'' پر تو اس لیے مواخذہ نہیں کہ اس میں بندے کے عمل کا کوئی دخل نہیں بلکہ وہ ایک شیطانی وسوسہ ہے اور ''خاطر'' پر اس لیے کہ کسی روایت میں نہیں کہ گزشتہ امتوں سے اس پر مواخذہ ہوتا تھا اور اللہ اور اس کے رسول کے فضل وکرم سے ''حدیث النفس'' بھی اس امت سے بالاجماع مرفوع ہے، جب کہ سابقہ امتوں سے اس پر مواخذہ ہوتا تھا اور جہاں تک کسی معصیت کے ''ہم'' کی بات ہے تو اگر اس کے ساتھ تھوڑا بھی عمل ہو تو اس کے کرنے میں اس کا دخل ہے مثلاً کسی کے دل میں زنا کا خیال آیا پھر وہ عورت کے گھر کی طرف چلا یا وہ عورت اس کے پاس ہی تھی، اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس سے اس عمل کے بقدر مواخذہ ہوگا۔ ہاں اگر اس کے ساتھ کوئی عمل نہ ہو تو وہ بھی امت محمدیہ سے مرفوع ہے الا یہ کہ مکہ مکرمہ میں ہو، معاذ اللہ! اور محققین کے نزدیک عزم پر عزم کا مواخذہ ہے نہ کہ معصیت کا، لیکن ظاہر یہ ہے کہ وہ گناہ گناہ صغیرہ ہے اگرچہ وہ عزم گناہ کبیرہ پر ہو، کیوں کہ وہ ''لمم'' ہی تو ہے۔

(الحاشية الرضوية على الأشباه والنظائر)

بے بدل قرآں

از۔ مولانا سلمان فریدیؔ صدیقی، مسقط عمان

ہر ایک فیصلہ دائم اٹل ہے قرآں کا
نظام دہر میں جاری عمل ہے قرآں کا

نہ روک پائے گی اس کو کبھی کوئی ظلمت
تجلیوں سے بھرا پل بہ پل ہے قرآں کا

"لَحٰفِظُوْن" کی آیت بتا رہی ہے ہمیں
کہ نورِ حرف وسخن لم یزل ہے قرآں کا

اسے بدلنے کی کوشش میں مٹ گئے لاکھوں
ہر ایک حرف مگر بے بدل ہے قرآں کا

رواں ہے مطلع عالم پہ مہر نو بن کر
ہر ایک رنگ سدا برمحل ہے قرآں کا

ہیں شاخِ دہر پہ تہذیب کے ثمر جتنے
بغور دیکھو! یہ ہر ایک پھل ہے قرآں کا

رہیں گی اس کو مٹانے کی سازشیں ناکام
کہ نور آج ہے اور نور کل ہے قرآں کا

تمام مسئلے قرآن ہی سے سلجھاؤ
جہاں میں سب سے اثر دار حل ہے قرآں کا

ہر ایک فساد کو جڑ سے اکھاڑنا ہے جہاد
بقائے امن سدا ماحصل ہے قرآں کا

جہاں پہنچ نہیں سکتی نظر بھی طوفاں کی
بلند ایسا فریدیؔ جبل ہے قرآں کا

چالیس گمراہ کن عقائد ونظریات

نجدیوں، وہابیوں اور دیوبندیوں سے اختلاف کی بنیادی وجہ

مرتب: مفتی احمد رضا مصباحی

عقیدہ نمبر(۱) اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ (معاذ اللہ!)

(فتاویٰ رشیدیہ، ج ا رص ۹۱ رمصنف رشید احمد گنگوہی، مطبوعہ رحیمیہ کتب خانہ دہلی، اشاعت ۱۳۶۳ھ۔ تالیفات رشیدیہ کتاب العقائد ص ۹۸، مطبوعہ ادارہ اسلامیات انارکلی روڈ لاہور۔ تذکرۃ الخلیل ص ۱۳۵ رتحریر خلیل انبٹھوی، مرتب عاشق الٰہی مرٹھی، مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ رنگ پورہ سیالکوٹ۔ المہند المفند ص ۴۱ مصنف محمود الحسن دیوبندی، مطبوعہ مکتبہ مدینہ اردو بازار لاہور اشاعت ۱۴۰۹)

عقیدہ نمبر(۲) اللہ کو پہلے سے علم نہیں ہوتا کہ بندے کیا کریں گے جب بندہ کرتے ہیں تو اللہ کو علم ہوتا ہے۔ (معاذ اللہ)

(تفسیر بلغۃ الحیران، ص ۱۵۷/ ۱۹۸ مصنف حسین علی دیوبندی، مطبوعہ حمایت اسلام پریس لاہور)

عقیدہ نمبر(۳) شیطان اور ملک الموت کا علم حضور ﷺ کے علم سے زیادہ ہے۔ (معاذ اللہ)

(براہین قاطعہ ص ۵۱ رمصنف خلیل احمد انبیٹھوی، مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ سہارنپور، اشاعت ۱۳۶۵ھ

عقیدہ نمبر(۴) اللہ کے نبی ﷺ کو اپنے انجام اور دیوار کے پیچھے کا علم نہیں۔ (معاذ اللہ)

(براہین قاطعہ، ص ۵۱ رمصنف خلیل احمد انبیٹھوی، مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ سہارنپور، اشاعت ۱۳۶۵ھ)

عقیدہ نمبر(۵) حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جیسا اور جتنا علم غیب عطا فرمایا ہے ایسا علم جانوروں پاگلوں اور بچوں کو بھی حاصل ہے۔ (معاذ اللہ)

(حفظ الایمان ص ۷ رمصنف اشرفعلی تھانوی، اشاعت شیخ جان محمد اللہ بخش کتب علوم مشرقی کشمیری بازار لاہور، سن اشاعت ۱۹۳۴ء)

عقیدہ نمبر(۶) نماز میں حضور اکرم ﷺ کی طرف خیال کا صرف جانا بھی بیل گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے برا ہے۔ (معاذ اللہ)

(صراط مستقیم فارسی، ص ۸۶ مصنف اسمٰعیل دہلوی، مطبوعہ مکتبہ مجتبائی دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۸ھ۔ صراط مستقیم اردو، ص ۱۵۰، ناشر سراج الدین سنز لاہور سن اشاعت ۱۹۶۵ء)

عقیدہ نمبر(۷) لفظ رحمۃ للعٰلمین رسول اللہ ﷺ کی صفت خاصہ نہیں ان کے علاوہ بھی دیگر بزرگوں کو رحمۃ للعٰلمین کہہ سکتے ہیں۔ (معاذ اللہ)

(فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۲، ج ۲، مصنف رشید احمد گنگوہی، رحیمیہ کتب خانہ سنہری مسجد وبرقی پریس دہلی، سن اشاعت ۱۳۵۲ھ)

عقیدہ نمبر(۸) خاتم النبیین کا معنی آخری نبی سمجھنا عوام کا خیال ہے علم وفہم والوں کے نزدیک یہ معنی درست نہیں۔ (معاذ اللہ)

(تحذیر الناس، ص ۳، مصنف قاسم نانوتوی، اشاعت کتب خانہ قاسمی دیوبند)

عقیدہ نمبر(۹) حضور اکرم ﷺ کے زمانے کے بعد بھی اگر کوئی نبی

پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ (معاذ اللہ)
(تحذیر الناس ،ص ۲۵،مصنف قاسم نانوتوی، اشاعت کتب خانہ قاسمی دیوبند)

عقیدہ نمبر(۱۰) حضور اکرم ﷺ نے دارالعلوم دیوبند سے اردو پڑھنا سیکھا۔ (معاذ اللہ)
(براھین قاطعہ ص ۲۶،مصنف خلیل احمد انبٹھوی، مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ سہارنپور، اشاعت ۱۳۶۵ھ)

عقیدہ نمبر(۱۱) نبی بڑے بھائی ہیں بس ان کی تعظیم صرف بڑے بھائی کی سی ہونی چاہئے۔ (معاذ اللہ)
(تقویۃ الایمان، ص ۵۸،مصنف اسمٰعیل دہلوی، اشاعت مکتبہ فیض عام صدر بازار دہلی)

عقیدہ نمبر(۱۲) اللہ چاہے تو محمد ﷺ کی طرح کروڑوں پیدا کر ڈالے۔ (معاذ اللہ)
(تقویۃ الایمان ص ۳۰/ ۱۶ مصنف اسمٰعیل دہلوی، اشاعت مکتبہ فیض عام صدر بازار دہلی)

عقیدہ نمبر(۱۳) حضور اکرم ﷺ مر کر مٹی میں مل گئے۔ (معاذ اللہ)
(تقویۃ الایمان، ص ۵۹،مصنف اسمٰعیل دہلوی، اشاعت مکتبہ فیض عام صدر بازار دہلی)

عقیدہ نمبر(۱۴) نبی ورسول سب ناکارہ ہیں۔ (معاذ اللہ)
(تقویۃ الایمان، ص ۲۹،مصنف اسمٰعیل دہلوی، اشاعت مکتبہ فیض عام صدر بازار دہلی)

عقیدہ نمبر(۱۵) نبی کا ہر جھوٹ سے پاک اور معصوم ہونا ضروری نہیں۔ (معاذ اللہ)
(تصفیۃ العقائد، ص ۲۵،مصنف قاسم نانوتوی، ناشر کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

عقیدہ نمبر۔(۱۶) نبی کی تعریف صرف بشر کی سی کرو بلکہ اس میں بھی اختصار (کمی) کرو۔ (معاذ اللہ)
(تقویۃ الایمان ص ۳۵/ ۶۱ مصنف اسمٰعیل دہلوی، اشاعت مکتبہ فیض عام صدر بازار دہلی)

عقیدہ نمبر(۱۷) بڑے یعنی نبی اور چھوٹے یعنی باقی بندے بے خبر اور نادان ہیں۔ (معاذ اللہ)
(تقویۃ الایمان ص ۲۴/ ۳،مصنف اسمٰعیل دہلوی، اشاعت مکتبہ فیض عام صدر بازار دہلی)

عقیدہ نمبر(۱۸) تمام مخلوق اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (معاذ اللہ)
(تقویۃ الایمان ،ص ۱۴،مصنف اسمٰعیل دہلوی، اشاعت مکتبہ فیض عام صدر بازار دہلی)

عقیدہ نمبر(۱۹) نبی کو طاغوت یعنی شیطان بولنا جائز۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)
(تفسیر بلغۃ الحیران، ص ۴۳،مصنف حسین علی دیوبندی، مطبوعہ حمایت اسلام پریس لاہور)

عقیدہ نمبر(۲۰) گاؤں میں جیسا درجہ چودھری زمیندار کا ہے ایسا درجہ امت میں نبی کا ہے۔ (معاذ اللہ)
(تقویۃ الایمان ص ۶۱ ،مصنف اسمٰعیل دہلوی، اشاعت مکتبہ فیض عام صدر بازار دہلی)

عقیدہ نمبر(۲۱) جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں، نبی اور

ولی کچھ نہیں کرسکتے۔(معاذاللہ)

(تقویۃ الایمان ص ۴۱، مصنف اسمٰعیل دہلوی، اشاعت مکتبہ فیض عام صدر بازار دہلی)

عقیدہ نمبر(۲۲) حضور اکرم ﷺ بے حواث ہو گئے۔(معاذاللہ)

(تقویۃ الایمان ص ۵۵، مصنف اسمٰعیل دہلوی، اشاعت مکتبہ فیض عام صدر بازار دہلی)

عقیدہ نمبر(۲۳) امتی بظاہر عمل میں نبی سے بڑھ جاتا ہے۔(معاذاللہ)

(تحذیر الناس ص ۵، مصنف قاسم نانوتوی، اشاعت کتب خانہ قاسمی دیوبند)

عقیدہ نمبر(۲۴) دیوبندی ملاؤں نے حضور اکرم ﷺ کو پل صراط سے گرنے سے بچالیا۔(معاذاللہ)

(تفسیر بلغۃ الحیران، ص ۸، مصنف حسین علی دیوبندی، مطبوعہ حمایت اسلام پریس لاہور)

عقیدہ نمبر(۲۵) لاالٰہ الااللہ اشرف علی رسول اللہ اور اللھم صل علیٰ سیدنا ومولانا اشرف علی کہنے میں تسلی ہے کوئی خرابی نہیں۔(معاذاللہ)

(رسالہ الامداد، ص ۳۴/ ۳۵، مصنف اشرفعلی تھانوی، ناشر امداد المتابع تھانہ بھون سن اشاعت ۱۳۳۶ھ)

عقیدہ نمبر(۲۶) میلاد النبی منانا ایسا ہے جیسے ہندو اپنے کنہیا کا جنم دن مناتے ہیں۔(معاذاللہ)

(براہین قاطعہ ص ۱۴۸، مصنف خلیل احمد انبیٹھوی، مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ سہارنپور، اشاعت ۱۳۶۵ھ)

عقیدہ نمبر(۲۷) جو خصوصیت نبی کریم ﷺ کی ہے وہی دجال کی ہے۔(معاذاللہ)

(آب حیات، ص ۱۶۹، مصنف قاسم نانوتوی، ناشر کتب خانہ قدیمی دہلی، سن اشاعت ۱۳۵۵ھ، ۱۹۳۶ء)

عقیدہ نمبر(۲۸) رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا ہے۔(معاذاللہ)

(تقویۃ الایمان ص ۵۴، مصنف اسمٰعیل دہلوی، اشاعت مکتبہ فیض عام، صدر بازار دہلی)

عقیدہ نمبر(۲۹) اللہ کے روبرو سب انبیاء، اولیاء ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔(معاذاللہ)

(تقویۃ الایمان، ص ۴۵، مصنف اسمٰعیل دہلوی، اشاعت مکتبہ فیض عام، صدر بازار دہلی)

عقیدہ نمبر(۳۰) نبی کو اپنا بھائی کہنا درست ہے۔(معاذاللہ)

(براہین قاطعہ، ص ۳، مصنف خلیل احمد انبٹھوی، مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ سہارنپور، اشاعت ۱۳۶۵ھ)

عقیدہ نمبر(۳۱) اللہ کو مانو اور اس کے سوا کسی کو نہ مانو۔(معاذاللہ)

(تقویۃ الایمان، ص ۱۴، مصنف اسمٰعیل دہلوی، اشاعت مکتبہ فیض عام، صدر بازار دہلی)

عقیدہ نمبر(۳۲) نبی اور ولی کو اللہ کی مخلوق اور بندہ جان کر وکیل اور سفارشی سمجھنے والا، مدد کے لئے پکارنے والا، نذرونیاز کرنے والا، مسلمان اور کافر ابوجہل شرک میں برابر ہیں۔(معاذاللہ)

(تقویۃ الایمان، ص ۷/ ۲۷، مصنف اسمٰعیل دہلوی، اشاعت مکتبہ فیض عام، صدر بازار دہلی)

عقیدہ نمبر(۳۳) درود تاج ناپسندیدہ ہے اور پڑھنا ناجائز ہے۔ (معاذاللہ)

(فضائل اعمال، ص ۵۲/۳/۷، مصنف محمد ذکریا کاندھلوی، باب فضائل

درود شریف، ناشر مکتبہ عارفین کراچی)

عقیدہ نمبر(۳۴) اسمٰعیل دہلوی کے پیر سید احمد رائے بریلوی کو حضرت مولیٰ علی نے اپنے ہاتھ سے نہلایا اور حضرت فاطمہ زہراء نے (اس برہنہ کو) اپنے ہاتھ سے کپڑا پہنایا۔(معاذ اللہ)

(صراط مستقیم فارسی،ص ۱۶۴،مصنف اسمٰعیل دہلوی، مطبوعہ مکتبہ مجتبائی دہلی، سن اشاعت ۱۳۰۸ھ۔صراط مستقیم اردو، ص ۲۸۰، ناشر سراج الدین سنز لاہور، سن اشاعت ۱۹۶۵)

عقیدہ نمبر(۳۵) میلاد شریف، عرس شریف، معراج شریف، سوم، چہلم، فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب سب ناجائز مغلظ بدعت اور کافروں ہندوؤں کا طریقہ ہے۔(معاذ اللہ)

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۴۴/۱۵۰ ج ۲، مصنف رشید احمد گنگوہی، رحیمیہ کتب خانہ سنہری مسجد و برقی پریس دہلی، سن اشاعت ۱۳۵۲۔ فتاویٰ رشیدیہ، ص ۹۳/۹۴ ج ۳، مصنف رشید احمد گنگوہی، رحیمیہ کتب خانہ سنہری مسجد و برقی پریس دہلی، سن اشاعت ۱۳۵۲ھ)

عقیدہ نمبر(۳۶) کوا کھانا جائز بلکہ ثواب ہے۔(مگر شب برائت کا حلوہ ناجائز ہے)۔(معاذ اللہ)

(فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۳۰، ج ۲، مصنف رشید احمد گنگوہی، رحیمیہ کتب خانہ سنہری مسجد و برقی پریس دہلی، سن اشاعت ۱۳۵۲ھ)

عقیدہ نمبر(۳۷) اللہ کے ولیوں کو اللہ کی مخلوق سمجھ کر پکارنا بھی شرک ہے۔(معاذ اللہ)

(تقویۃ الایمان، ص ۷، مصنف اسمٰعیل دہلوی، اشاعت مکتبہ فیض عام، صدر بازار دہلی)

عقیدہ نمبر(۳۸) نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا ناجائز ہے۔(معاذ اللہ)

(فتویٰ مفتی جمیل احمد تھانوی، جامعہ اشرفیہ لاہور)

عقیدہ نمبر(۳۹) ہندوؤں کی ہولی دیوالی کا پرشاد کھانا جائز ہے۔ (مگر فاتحہ نیاز کا تبرک ناجائز)۔(معاذ اللہ)

(فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۲۳، ج ۲، مصنف رشید احمد گنگوہی، رحیمیہ کتب خانہ سنہری مسجد و برقی پریس دہلی، سن اشاعت ۱۳۵۲ھ)

عقیدہ نمبر(۴۰) ہندو (مشرک پلید) کی سودی روپے کی کمائی سے لگائی ہوئی پیاؤ (سبیل) کا پانی جائز ہے۔(مگر محرم میں سبیل حسینی کا پانی جو مسلمان کی جائز کمائی سے ہوتا ہے ناجائز ہے)۔(معاذ اللہ)

(فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۱۳/۱۱۴ ج ۳، مصنف رشید احمد گنگوہی، رحیمیہ کتب خانہ سنہری مسجد و برقی پریس دہلی، سن اشاعت ۱۳۵۲ھ)

یہ ہیں وہابیہ و دیابنہ کے وہ کفریہ اور گمراہ کن عقائد جن کی وجہ سے ہم اہل سنت ان سے میل جول، ان کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، رشتہ داریاں کرنا اور شادی بیاہ میں ان کے ساتھ شریک ہونا، ان کے جنازوں میں شامل ہونا، ان کے گھروں پر آنا جانا اور ان کے پیچھے نمازے ادا کرنا نیز ان کے ہاتھ سے ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت کھانا وغیرہ سب ناجائز اور ممنوع سمجھتے ہیں۔ان کے انہی گمراہ کن عقائد و نظریات کی وجہ سے آج مسلمانوں کے درمیان اتحاد نہیں ہو پا رہا ہے اور یہی وہ نظریات ہیں کہ جن کی وجہ سے یہاں کے مسلمانوں کے مابین افتراق و اختلاف پایا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری نسلوں کو ان بدمذہب و بدعقیدہ نجدی، وہابی، دیوبندی نیز خوارج کے نئے روپ میں پائے جانے والے ان منافقوں جیسے گمراہ و مرتد فرقوں سے محفوظ رکھے آمین۔

☆

کفر کلامی کا فتویٰ اور ارباب حل کا اتحاد و اتفاق

از: مولانا طارق انور مصباحی (کلکتہ)

کفر کلامی کا صحیح فتویٰ ایک عالم نے بھی دیا ہو تو اس سے اختلاف جائز نہیں۔کفر کلامی کے صحیح فتویٰ میں اہل حق کا اتفاق ہی ہوتا ہے۔ اظہار اتفاق سے حکم کی تائید وتقویت ہوجاتی ہے۔ ''کتاب الشفاء'' اور اس کی شروح میں ہے کہ جب کسی کے کفر پر علمائے زمانہ کا اتفاق ہوجائے تو بعد والوں کو اس کا انکار کفر ہے۔

جب کسی پر کفر کلامی کا صحیح حکم عائد ہو،تب اس زمانے کے علما بھی اس حکم پر متفق ہوتے ہیں،کیوں کہ کفر کلامی کے صحیح فتویٰ میں اختلاف کی گنجائش نہیں ،پھر بعد والوں کو بھی اس میں اختلاف کی اجازت نہیں۔علم یقینی کے بعد اس مجرم کو مومن ماننا کفر کلامی ہے۔

قاضی عیاض مالکی قدس سرہ العزیز (۴۷۶ھ-۵۴۴ھ) نے رقم فرمایا:

(وَقَدْ اَحْرَقَ علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنہ مَنْ اِدَّعٰی لَہُ الْاِلٰہِیَّۃَ -وقد قتل عبد الملک بن مروان الحارث المتنبی وَصَلَبَہ- وَفَعَلَ ذلک غیر واحدٍ من الخلفاء والملوک باشباھھم-وَاَجْمَعَ علماء وقتھم علٰی صواب فعلھم- وَالمُخَالِفُ فِیْ ذٰلِکَ مِنْ کُفْرِھِمْ کَافِرٌ)

(کتاب الشفاء،ص1091-دار الکتاب العربی بیروت)

ترجمہ:حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کو جلا دیا جنہوں نے ان کے معبود ہونے کا دعویٰ کیا۔اموی بادشاہ عبد الملک بن مروان نے مدعی نبوت حارث کو قتل کیا،اور اس کو سولی پر لٹکا دیا۔ متعدد خلفا وسلاطین نے ایسے لوگوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا،اور اس زمانے کے علما نے ان خلفا وسلاطین کے فعل کے صحیح ہونے پر اتفاق کیا اور ان مرتدین کے کفر کی مخالفت کرنے والا کافر ہے۔

امام خفاجی نے رقم فرمایا: (واجمع علماء وقتھم علٰی صواب فعلھم)ای تصویبہ اَوْ ھو من اضافۃ الصفۃ للموصوف-وذلک لکذبھم عَلَی اللّٰہ بِاَنَّہ نَبَّأَھُمْ وتکذیب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی-انہ خاتم الرسل-وَاَنَّہ لا نبی بعدہ(و)اَجْمَعُوْا اَیْضًا عَلٰی(اَنَّ الْمُخَالِفَ فِیْ ذٰلِکَ)اَیْ تَکْفِیْرِھِمْ بِمَا اِدَّعُوْہُ(مِنْ کُفْرِھِمْ)ھو مفعول المخالفِ اَیْ مَنْ خَالَفَ مَذْھَبَھُمْ فی تکفیرھم فَقَالَ:لَا یُکَفَّرُوْنَ(کَافِرٌ)لانہ رضی بِکُفْرِھِمْ وَتَکْذِیْبِھِمْ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہ).

(نسیم الریاض،جلد چہارم،ص536-دار الکتاب العربی بیروت)

ترجمہ:(اور اس زمانے کے علما نے ان خلفا وسلاطین کے فعل کے صحیح ہونے پر اتفاق کیا)یعنی ان خلفا وسلاطین کے فعل کے صحیح ہونے پر اتفاق کیا،یا یہ موصوف کی طرف صفت کی اضافت کے قبیل سے ہے (یعنی خلفا وسلاطین کے صحیح فعل پر اتفاق کیا)اور ان مرتدین کی تکفیر اللہ تعالیٰ پر ان کے کذب افترا کے سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو نبی بنایا،اور(ان کی تکفیر)حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس امر میں تکذیب کے سبب ہے کہ وہ خاتم پیغمبراں ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔

علما نے اس پر بھی اتفاق کیا کہ (اس بارے میں مخالفت کرنے والا)یعنی ان کے دعویٰ باطل (دعویٰ نبوت) کے سبب ان کی

تکفیر کی مخالفت کرنے والا (کافر ہے) (من کفرہم) یہ لفظ "مخالف" کا مفعول ہے ،یعنی جو ان علما کے مذہب کی مخالفت کرے ،ان مرتدین کی تکفیر کے سلسلے میں ،پس وہ کہے کہ وہ لوگ کافر نہیں ہیں ، تو یہ مخالف کافر ہے، کیوں کہ وہ ان کے کفر پر راضی ہے ، اوران مدعیان نبوت کی جانب سے اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی تکذیب پر رضامندی ہے۔(اور کفر پر رضا بھی کفر ہے)

محدث ملا علی قاری حنفی نے رقم فرمایا:((والمخالف فی ذلک)الفعل(مِنْ کُفْرِهِم)اَیْ مِنْ جهته(کَافِرٌ لِجَحْدِه کُفْرَهُمْ)

(شرح الشفاء،جلد چہارم،ص536-دارالکتاب العربی بیروت)

ترجمہ:فعل تکفیر میں ان مرتدین کی تکفیر کی جہت سے ان علما کی مخالفت کرنے والا کافر ہے، کیوں کہ وہ ان مرتدین کی تکفیر کا منکر ہے۔

جولوگ تکفیر کلامی سے اختلاف وانکار کو جائز کہتے ہیں، وہ غلط راہ پر ہیں۔

محشی علی محمد بجاوی مصری نے لکھا:(من خالف مکفرهم فی تکفیرهم، فقال: لا یکفرون،هذا المخالف کافر،لانه رضی بکفرهم وتکذیبهم لله ورسوله).

(حاشیۃ الشفاء،ص1091-دارالکتاب العربی بیروت)

ترجمہ:جوان مدعیان نبوت کے مکفر (تکفیر کرنے والے) کی مخالفت کرے،ان مدعیان نبوت کی تکفیر کے معاملے میں، پس وہ کہے کہ ان مدعیان نبوت کی تکفیر نہیں ہوگی تو یہ مخالف کافر ہے، کیوں کہ یہ ان مدعیان نبوت کے کفر پر راضی ہے ،اوران مدعیان نبوت کی جانب سے اللہ ورسول (عزوجل و ﷺ) کی تکذیب پر راضی ہے۔

شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کو کافر قرار دیا جو آپ کو معبود مانتے تھے ، اورآپ نے ان لوگوں کو جلادیا۔اسی طرح عہد ماضی میں سلاطین اسلام نے جھوٹے دعویداران نبوت کو قتل کیا ، کیوں کہ وہ دعویٰ نبوت ودیگر جرائم کے سبب کافر ہو چکے تھے۔اس زمانے کے علما نے بھی ان کو کافر مانا۔اب اگر کوئی ان کے کفر کا انکار کرے اوراسے مومن مانے تو وہ خود کافر ہے، کیوں کہ کافر کلامی کو مومن ماننا کفر ہے۔

تکفیر پر اتفاق کا مفہوم:

(1)علمائے زمانہ کا اتفاق کفر کلامی کے صحیح فتویٰ پر ہوگا۔اگر کفر کلامی کا غلط فتویٰ ہو تو اس پر اتفاق نہیں ہوگا۔غلط مسئلہ پر امت مسلمہ کا اجماع محال شرعی ہے۔کفر فقہی (جس کے کفر ہونے پر مذاہب اربعہ کا اتفاق ہو) میں بھی معنوی اتفاق ہوگا،لیکن متکلمین کا لفظی اختلاف ہوگا،یعنی کفر فقہی کو کفر کا نام دینے میں اختلاف ہوگا۔کافر فقہی کو متکلمین اپنی اصطلاح میں گمراہ کہتے ہیں،اور فقہا کے اصول کے مطابق اس کو کافر فقہی بھی تسلیم کرتے ہیں۔یہ محض تعبیری واصطلاحی اختلاف ہے۔

کفر فقہی ،تصدیق وایمان کے خلاف ہے۔دونوں فریق اس کو خلاف تصدیق مانتے ہیں،اس مخالفت کا نام کفر ہو یا ضلالت؟ صرف نام میں اختلاف ہے، پس کفر فقہی کے خلاف ایمان ہونے پر اتفاق ہے،اور نام میں اختلاف ۔ کافر فقہی جب کافر کلامی ہوتا ہی نہیں تو اسے کافر کلامی نہیں کہا جاسکتا۔

متکلمین بھی اسے فقہا کی طرف نسبت کر کے کافر فقہی کہتے ہیں۔ اپنی اصطلاح میں گمراہ کہتے ہیں:(لامناقشة فی الاصطلاح)۔

گستاخ رسول کو بعض علمائے اسلام کافر کلامی کی بجائے زندیق کہتے ہیں۔زندقہ بھی کفر ہی کی ایک قسم کا نام ہے۔نام بدلنے والے کو منکر نہیں کہا جاتا۔کفر کلامی اورزندقہ دونوں اسلام سے قطعی خروج ہی کے دونام ہیں۔

فقہا بھی کافر فقہی کو کافر کلامی کی طرح دائرۂ اسلام سے من کل الوجوہ خارج نہیں سمجھتے، بلکہ کافر کلامی سے ایک درجہ نیچے مانتے ہیں۔اسی نچلے درجے کا نام متکلمین کے یہاں ضلالت ہے۔کافر کلامی وکافر فقہی کے جداگانہ احکام بیان کرتے ہیں۔کافر فقہی کے جو

احکام فقہا بیان کرتے ہیں، متکلمین ان احکام کا انکار نہیں کرتے۔

حضرت علامہ فضل رسول بدایونی اور امام احمد رضا قادری علیہما الرحمۃ والرضوان باب تکفیر میں متکلمین کے مذہب پر تھے۔اسماعیل دہلوی کو علامہ خیر آبادی قدس سرہ العزیز کے عہد ہی میں حضرت علامہ بدایونی قدس سرہ العزیز نے المعتقد المنتقد میں گمراہ کہا۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے اپنے عہد میں اسماعیل دہلوی کو گمراہ کہا ،اور الکوکبۃ الشہابیہ، سل السیوف الہندیہ وغیرہ میں اسے کافر فقہی بھی تسلیم فرمایا۔ابن عبدالوہاب نجدی بھی کافر فقہی ہے اور متکلمین اس کو گمراہ کہتے ہیں۔

(2) کفر کلامی ،کفر اجماعی ہے۔تمام اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہی ہوتا ہے۔منقولہ بالا اقتباس میں اجماع سے مراد یہ ہے کہ اُس زمانہ کے علما بھی اتفاق کا اظہار کر دیں۔اس سے حکم کی مزید تاکید ہوجاتی ہے، ورنہ اگر ایک ہی مفتی نے کسی پر کفر کلامی کا صحیح فتویٰ دیا ہوتو قیامت تک کسی کو انکار کا حق حاصل نہیں،مثلاً زید نے میرے سامنے ایک مجمع عام میں اپنے مکمل ہوش وحواس اور قصد و رضا مندی کے ساتھ صریح متعین لفظوں میں کہا کہ اللہ ایک نہیں ، بلکہ اللہ دو ہیں۔ایک نام اہرمن ہے، دوسرے کا نام یزدان ہے''۔

میں نے اس کو اسی مجمع میں کافر کلامی قرار دیا۔اب جس کو بھی زید کا کفریہ عقیدہ اور میرے فتویٰ کا قطعی علم ہے، وہ زید کو مومن مانے تو وہ کافر ہے۔دراصل یہ فتویٰ میرا نہیں۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:(قل ھو اللہ احد) زید نے کلام الٰہی کی صریح مخالفت کی۔وہ ارشاد الٰہی کے صریح متعین اور مفسر انکار کے سبب کافر کلامی ہے۔گرچہ اس حکم شرعی کو ہم نے نقل کیا۔ہماری نقل سے وہ حکم ظنی نہیں ہوسکتا ہے۔وہ حکم فی نفسہ قطعی ہے۔

(3) کتاب الشفا میں اجماع سے ارباب حل وعقد کا اجماع مراد ہے، جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر مدینہ منورہ کے ارباب حل وعقد صحابہ کرام کا اجماع تمام مومنین کا اجماع تسلیم کیا گیا۔ساری دنیا کے مومنین کا بیعت کے واسطے مدینہ طیبہ حاضر ہونا مشکل امر تھا۔ایسے امور میں ارباب حل وعقد کا اجماع ،تمام لوگوں کا اجماع تسلیم کیا جاتا ہے۔اجماع شرعی کا وجود تیسری صدی سے مفقود ہے۔''کتاب الشفاء'' چھٹی صدی ہجری میں رقم کی گئی ہے۔منقولہ بالا عبارت میں اجماع شرعی مراد نہیں۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:

''اجماع شرعی جس میں اتفاق ائمہ مجتہدین پر نظر تھی ،علما نے تصریح فرمائی کہ بوجہ شیوع وانتشار علما فی البلاد، دوصدی بعد اس کے ادراک کی کوئی راہ نہ رہی۔''

(فتاویٰ رضویہ، ج19 ،ص549، جامعہ نظامیہ لاہور)

(4) حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد مجتہد مطلق بھی نہ ہوئے کہ اجماع مجتہدین ہو سکے، بلکہ علمائے اسلام وفقہائے کرام کا اجماع ہوگا، نیز اجماع پر اطلاع بھی مشکل ہے، جب کہ ساتویں صدی ہجری تک خلافت عباسیہ کا وجود رہا۔خلفا کا انتخاب ہوتا رہا۔عوام وخواص انہیں خلیفۃ المسلمین مانتے رہے۔دراصل ان خلفائے بنی عباس کی خلافت پر بھی ارباب حل وعقد کا اجماع واتفاق ہوا، پھر امت مسلمہ نے اسے تسلیم کیا۔

(5) قادیانی اور اشخاص اربعہ کی تکفیر کلامی پر علمائے حرمین طیبین کا اتفاق واجماع دیکھنا ہوتو حسام الحرمین دیکھیں۔اگر برصغیر کے علمائے کرام کا اتفاق واجماع دیکھنا ہوتو ''الصوارم الہندیہ'' دیکھیں، اور اپنے ایمان کی حفاظت کریں۔یہ ارباب حل وعقد کا اجماع ہے۔

☆

عیدالاضحیٰ اور ہماری ذمہ داریاں

از۔ مولانا محسن رضا ضیائی، اُستاذ شعبۂ عربی وفارسی (دی دکن مسلم انسٹی ٹیوٹ کیمپ، پونہ، مہاراشٹر)

عیدالاضحیٰ اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے مومنوں کے لیے ایک بیش قیمتی تحفہ ہے۔ یہ ہر سال اپنی آن بان اور شان کے ساتھ بے پناہ انعامات واکرامات لے کر وارد ہوتی ہے، اور بندوں کے اندر ایثار وقربانی اوراطاعت و فرمابرداری جیسے جذبات و احساسات پیدا کر کے رخصت ہوتی ہے۔ ساتھ میں سنتِ ابراہیمی کی یاد بھی تازہ کراتی ہے، جو آپ نے اپنے لختِ جگر نورِ نظر فرزندِ دلبند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو رضاے الٰہی کی خاطر قربانی کے لیے پیش کیا تھا۔ رب تعالیٰ کو آپ کی یہ ادا اتنی پسند آئی کے اسے ہر سال کے لیے ہر صاحب مال پر قیامت تک کے لیے واجب وضروری قرار دے دیا۔ اس واقعے کے بعد سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر جانوروں کی قربانی پیش کرنا خاص عبادت میں شامل وداخل ہوگیا۔ اسی لیے اسے حضور ﷺ کے امتیوں کے لیے بھی باقی رکھا گیا اور اسے شعائر اسلام میں شمار کیا گیا۔ اس واقعہ کو ہوئے ہزاروں ہزار سال گزر گئے، لیکن آج تک اس کو ایک تازہ واقعے کے طور پر یاد کیا جاتا ہے، جو مسلمانوں کے اندر ایثار وقربانی، خلوص وللّٰہیت اور تقویٰ و پرہیز گاری جیسے جذبات کو جاں گزیں کر دیتا ہے۔ مسلمان سال میں ایک بار دسویں ذی الحجہ کو عیدالاضحیٰ مناتے ہیں، جس کا خاص مقصد رضاے اِلٰہی، سنت ابراہیمی اور تقویٰ و پرہیز گار ہے۔ اسی طرح یہ عید آپسی اختلاف وانتشار کو ختم کرنے کا بھی ایک اہم پیغام دیتی ہے۔ تمام ظاہری وباطنی جرائم ومعاصی سے بچنے اور ان کے انسداد کی دعوتِ فکر بھی پیش کرتی ہے۔

اگر اسے مختلف زاویۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو دراصل یہ اپنے رب کا شکر واحسان بجالانے کی عید ہے، تکبیر وتہلیل کی گونجوں سے رب کو منانے کی عید ہے اور راہِ خدا میں اپنا مال و متاع اور جانوروں کی قربانی پیش کرنے کی عید ہے۔ اس عید کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ اسے تین دنوں تک منانا مشروع ہے۔ اس کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اس کے مخصوص ومقررہ ایام میں مخصوص جانوروں کی قربانی کی جاتی ہے۔

قربانی کا اسلام میں تصور: قربانی ایک ایسا عمل ہے جو ابتداے آفرینش سے لے کر آج تک مختلف طور طریقوں، فکروں اور عقیدوں کی بنیاد پر ہوتا چلا آرہا ہے۔ ہر زمانے میں اسے ایک محبوب و پسندیدہ عمل سمجھا گیا اور مذہبی عبادت کے طور پر کیا گیا ہے۔ ہر مذہب و ملت میں اس کا تصور ملتا ہے۔ آج بھی دنیا کے بیشتر مذاہب میں اس کے قدیم اقدار وروایات باقی ہیں، جسے کسی خاص موقع، یا مذہبی تہوار پر مختلف اور علاحدہ طریقوں سے عمل میں لایا جاتا ہے۔ لیکن ان کے برخلاف اسلام میں اس کا تصور تخلیق انسانیت کے بعد سے ہی ملتا ہے، چناں چہ قرآن عظیم میں فرمایا گیا:

اور انہیں پڑھ کر سناؤ آدم کے دو بیٹوں کی خبر جب انہوں نے ایک ایک

قربانی پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی''۔

(پارہ۶، آیت۲۷)

اسی طرح قرآن عظیم اور دیگر مقامات پر ''لفظِ قربان'' وارد ہوا ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کا تصور اسلام میں بہت قدیم ہے۔

قربانی کا معنیٰ: ''قربانی'' یہ لفظ قرب سے بنا ہے اور عربی میں ''قرب'' کا معنیٰ ہے: ''قریب ہونا اور نزدیک ہونا ہے۔ چوں کہ قربانی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی نزدیکی طلب کی جاتی ہے اسی لیے اسے قربانی کہا جاتا ہے۔ اردو زبان میں قربانی کا معنیٰ ہے حلال ذبیحہ جس کو خاص عید الاضحیٰ کے موقع پر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو۔

قربانی قربِ خداوندی کا ذریعہ: قربانی دراصل تقربِ خداوندی، روحِ ایمان کی تازگی اور تواضع وانکساری کا ایک مرغوب ومحبوب عمل ہے، جسے کر لینے کے بعد انسان کے اندر گونا گوں ظاہری و باطنی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں، جس کی بنیاد پر وہ اپنے رب کے قرب خاص میں جگہ بنانے میں کامیاب ہو جاتا ہے، اور اس کے ذریعہ تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب اور تمام جلی وخفی معاصی وجرائم سے احتراز و اجتناب کرتے ہوئے اپنے رب کا مقرب ومحبوب بن جاتا ہے۔ یوں تو انسان کو اپنے خالق و مالک کا انتہائی مقرب ومحبوب بننے کے لیے بے شمار مشکل گزار گھاٹیوں، مرحلوں اور منزلوں سے ہوکر گزرنا پڑتا ہے۔ ان گنت مصائب وآلام، مشکلات وصعوبات اور ابتلا وآزمائش سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اپنی ہر محبوب اور قیمتی چیزیں قربان کرنی پڑتی ہیں۔ اتنی ساری کٹھنائیوں اور مشکلوں سے گزرنے کے بعد بندہ اپنے رب کا قرب حاصل کرنے میں کامیاب اور اپنے مقصد میں بارواں ہوتا ہے۔ لیکن اس کے مقابلے میں جو شرعی قربانی کا اسلام میں عمل وتصور ہے وہ نہایت ہی آسان ہے، جس میں عبادت و اطاعت، محبت و فنائیت اور خلوص وللّٰہیت کا جذبہ کارفرما ہے۔ اس میں اس قدر کٹھنائیوں اور پریشانیوں کا سامنا نہیں کرنا پڑتا ہے، جو اور دیگر قربانیوں میں کرنا پڑتا ہے، اس میں بس تقویٰ اور پرہیزگاری کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے۔ چناں چہ اللہ پاک کا ارشاد ہے: ''ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے''۔ (سورہ حج، آیت۸۳)

اس آیت کریمہ کے شان نزول میں علامہ شیخ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر ''روح البیان'' میں لکھتے ہیں:

''اہل جاہلیت کی عادت تھی کہ وہ قربانی کے جانوروں کے خون سے کعبہ معظّمہ کو لت پت کرتے اور گوشت کے ٹکڑے بنا کر کعبہ شریف کے اردگرد رکھ دیتے۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اس طرح سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس سے روکا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہرگز نہیں پہنچتے، ہاں اس کے ہاں اس کی رضا پہنچتی ہے''۔

اسی طرح اللہ کے پیارے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''بے شک اللہ تعالیٰ نہ تمہارے جسموں اور نہ تمہاری صورتوں کی طرف نظرِ رحمت فرماتا ہے، بلکہ تمہارے اعمال اور دلوں کی طرف نظرِ رحمت فرماتا ہے۔''

(ریاض الصالحین)

دوسرے مقام پر حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ''افضل قربانی وہ جو بہ اعتبار قیمت اعلیٰ ہو اور خوب فربہ ہو''۔

مذکورہ آیت وحدیث کی روشنی میں یہ ظاہر وعیاں ہوگیا کہ

قربانی محض جانوروں کو راہ خدا میں ذبح کرنے کا نام نہیں بلکہ اخلاص وللّٰہیت، تقویٰ و پرہیزگاری اور حسنِ نیت کا نام ہے۔ اگر جانوروں کو ان مذکورہ بالا فرامین پر عمل پیرا ہو کر ذبح کیا جائے تو وہ بارگاہ خداوندی میں مقبولیت کی سند رکھتے ہیں۔ لیکن ان اگر ان چیزوں سے پرے ہو کر کیا جائے تو وہ محض نام و نمود، عزت و شہرت اور تصنع وریاکاری کا ایک عمل ہے، جو اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں۔

قربانی کرنے کی فضیلت: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کے دن انسان کے اعمال میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ خون بہانا ہے اور بے شک وہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور بے شک خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہو جاتا ہے تو اسے دل کی بھلائی کے ساتھ کرو۔ (مشکوٰۃ)

ایک اور روایت میں ہے کہ: ''اللہ کے پیارے رسول ﷺ سے صحابۂ کرام نے دریافت کیا کہ یہ قربانی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، صحابۂ عظام نے پھر پوچھا کیا اس میں ہمارے لیے اجر و ثواب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر بال کے بدلے میں نیکی ملے گی''۔ (ترمذی)

قربانی کے بے شمار فضائل کتبِ احادیث میں مذکور ہیں، جن سے قربانی کی فضیلت و اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ ان کتبِ حدیث کی طرف رجوع کیا جائے، جن کا مطالعہ معلومات میں اضافے کا باعث ثابت ہوگا۔

قربانی کا وقت: قربانی کا وقت تین دن ہے۔ دسویں گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ تک، جو دسویں کی طلوع آفتاب سے شروع ہو کر بارہویں کے غروب آفتاب تک باقی رہتا ہے۔ اس میں افضل پہلا دن ہے، اس کے بعد دوسرا اور پھر تیسرا دن۔ ان ایام میں کسی بھی دن قربانی کر سکتے ہیں۔

ایام تشریق و تکبیر: اسی طرح عیدالاضحیٰ کے دنوں میں کیا جانے والا عمل تکبیر تشریق بھی ہے۔ درمختار کے حوالے سے اردو مسائل میں انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھنے والی کتاب ''بہارِ شریعت'' میں ''تنویر الابصار'' کے حوالے سے ہے: نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہویں کی عصر تک ہر نماز فرض پنج گانہ کے بعد جو جماعت مستحبہ کے ساتھ ادا کی گئی، ایک بار تکبیر بلند آواز سے کہنا واجب ہے اور تین بار افضل اسے تکبیر تشریق کہتے ہیں۔ وہ یہ ہے:

اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر وَ لِلّٰہِ الْحَمْد۔

(تنویر الابصار، کتاب الصلوٰۃ، باب العیدین، ج ۳، ص ۱۷)

قربانی کے ایام میں ضرورت مندوں کا خیال رکھنا: عیدالاضحیٰ بار بار ہمیں اس جانب متوجہ کراتی ہے کہ اپنے ان خوشیوں کے ایام میں غریبوں، فقیروں، مسکینوں، یتیموں، پڑوسیوں، ہمسائیوں اور رشتہ داروں کا بھی خوب خیال رکھیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس خوشی سے محروم رہ جائیں، لہٰذا اپنی ان خوشیوں میں انہیں بھی برابر کا شریک کریں۔ اسی لیے علمائے کرام نے بعض آثار کی بنیاد پر یہ فرمایا ہے کہ اگر گوشت کے تین حصے کر لیے جائیں تو بہتر ہے۔ ایک حصہ اپنے لیے، دوسرا رشتہ داروں کے لیے اور تیرا حصہ غربا و مساکین کے لیے۔

آج کل ہمارے سماج میں یہ رواج عام ہو گیا ہے کہ قربانی کے گوشت کی خوب ذخیرہ اندوزی کی جاتی ہے، اور کئی کئی دنوں تک

فریج میں رکھ کر اسے کھایا جاتا ہے۔ حالاں کہ ہونا تو یہ چاہیے کہ پہلے معاشرے کے غربا و فقرا کے درمیان گوشت تقسیم کریں پھر جو بچ رہا ہے، اسے اپنے لیے رکھ چھوڑیں۔ یقیناً ہمارے اس طرح کے نیک عمل سے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوش نودی حاصل ہوگی اور ساتھ ہی ساتھ ضرورت مندوں کی دل جوئی بھی ہو جائے گی۔ لہٰذا عیدالاضحیٰ کے ایام میں غربا و فقرا کا خیال رکھیں، اپنے جانوروں کی قربانی کے گوشت سے ان کی مدد کریں۔ یاد رکھیں کہ حدیث پاک میں غریبوں اور فقیروں کی حاجت روائی کرنے کو جہاد اور عبادت قرار دیا گیا ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: بیواؤں اور مسکینوں کی خبر گیری کرنے والا، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔ (راویِ حدیث کہتے ہیں کہ) میرا گمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ اس عبادت کرنے والے کی طرح ہے، جو سست نہیں ہوتا اور اس روزے دار کی طرح ہے، جو ناغہ نہیں کرتا ہے۔ (بخاری: ۳۵۳۵)

لہٰذا اہل خیر و صاحب ثروت افراد کو اس جانب از حد توجہ دینے کی ضرورت ہے تا کہ غریب و نادار لوگ بھی اس خوشی سے کسی حد تک محروم نہ رہ سکیں۔

پیغامِ عیدالاضحیٰ: عیدالاضحیٰ سال میں ایک بار آتی ہے اور مومنوں کے دلوں پر سیکڑوں قربانیوں اور یادوں کا دلکش نقش چھوڑ جاتی ہے۔ اس کے حسین و پر بہار موقع پر اپنے اعمال و افعال کے ذریعہ رب تعالیٰ کی رضا جوئی و خوشنودی اور قربت و نزدیکی حاصل کریں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم سنت پر مکمل طور پر عمل کریں اور ان کے فرزند عزیز حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایثار و قربانی جیسا جذبہ و حوصلہ اپنے اندر جاں گزیں کریں۔ اپنے خوشی و مسرت کے ایام میں سب کا یکساں اور برابر خیال رکھیں۔ اسی طرح اپنی صفوں میں اتحاد و اتفاق پیدا کریں، اپنے اندر سے کبر و انانیت اور بغض و عداوت کے عفریت کو باہر نکال پھینکیں۔ دراصل قربانی اسی کا نام ہے۔

ہماری ذمہ داریاں: عیدالاضحیٰ کی عن قریب آمد ہونے والی ہے۔ ابھی سے جانوروں کی خرید و فروخت کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ گرچہ عیدالاضحیٰ کی تیاریاں شروع ہو چکی ہیں۔ لیکن مسلمانوں کو ابھی سے ہوشیار اور محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ کیوں کہ چند سالوں سے بقرعید کے موقع پر شر پسند عناصر اپنی شرانگیزی اور فتنہ خیزی سے ملک کے پُر امن ماحول کو خراب کرنے کی ناروا کوششیں کر رہے ہیں۔ خاص طور پر قربانی کے جانوروں کو لے کر مار پیٹ اور قتل و فساد کی فضا ہموار کر کے مسلمانوں میں خوف و ہراس پیدا کرنے کی مذموم حرکتیں انجام دے رہے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو اپنی طرف سے کوئی ایسا کام نہیں کرنا ہے جس سے ان شر پسند عناصر کو کوئی موقع ہاتھ لگے اور حالات خراب اور کشیدہ ہوں۔ بلکہ غیر مسلم علاقوں میں جانوروں کی قربانی سے احتراز اور جانوروں کی کھال کھلے عام ان علاقوں سے لے کر گزرنے سے بھی بچیں۔ جن جانوروں پر حکومت کی طرف سے پابندی عائد ہے، ان سے بھی گریز کریں اور قانون شکنی کی زد میں آنے سے بچیں۔

یہ چند احتیاطی تدابیر اور اقدامات ماحول کو پر امن بنائے رکھنے اور شر پسند عناصر کو ان کے مذموم عزائم میں ناکام بنانے کے لیے معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

مفتی محمد اعظم اور علامہ محمد عارف صاحبان بھی چل بسے

از۔ مفتی محمد سلیم بریلوی

مؤرخہ ۵رمئی ۲۰۲۳ء بروز جمعہ کو یہ اندوہ ناک خبر ملی کہ خلیفۂ مفتی اعظم ہند، تلمیذ مصنف ''قانون شریعت''، نمونۂ اسلاف، استاذ العلماء حضرت علامہ حافظ وقاری مفتی محمد اعظم صاحب اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ مصنف قانون شریعت، شمس العلماء حضرت علامہ مفتی قاضی شمس الدین جونپوری علیہ الرحمۃ والرضوان کے ایک چہیتے شاگرد تھے۔ آپ نے مکمل درس نظامی کی تعلیم حضرت شمس العلماء علیہ الرحمہ کے پاس ہی حاصل کی۔

یوں تو آپ ٹانڈہ ضلع امبیڈکر نگر اکبر پور یوپی کے رہنے والے تھے۔ مگر جب سیدی سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت شمس العلماء سے آپ کو اپنے یہاں درس وتدریس اور کار افتاء کے لیے طلب فرمایا تو حضرت شمس العلماء نے سرکار مفتی اعظم ہند کے حکم پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنے چہیتے شاگرد کو سرکار مفتی اعظم ہند کے حوالہ فرما دیا۔ چنانچہ آپ ماہ شوال ۱۹۶۳ء میں بریلی شریف تشریف لے آئے۔ وہ دن اور انتقال کا دن کہ آپ مستقل طور پر بریلی شریف کے ہی ہو کر رہ گئے۔ مکمل ۶۰ رسال تک آپ بریلی شریف میں رہ کر ''رضوی دار الافتاء'' میں صدر مفتی کی حیثیت سے، ''دار العلوم مظہر اسلام'' بی بی جی مسجد میں صدر المدرسین اور شیخ الحدیث کی حیثیت سے نیز بریلی جنکشن پر واقع نوری مسجد جسے سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھوٹے بھائی اور سرکار مفتی اعظم ہند کے چچا وخسر حضرت علامہ مفتی محمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے تعمیر کرایا تھا اس میں بحیثیت خطیب وامام دینی، مذہبی، مسلکی اور علمی خدمات انجام دیتے رہے۔ دیکھنے والوں کو آج بھی یہ یاد ہے کہ جب آپ کو حضرت شمس العلماء نے سرکار مفتی اعظم ہند کی خدمت میں بھیجا تو دیکھتے ہی سرکار مفتی اعظم ہند نے آپ کو اپنے گلے سے لگا لیا اور فرمایا ''میری فکر دور ہوگئی''۔

آپ کے ذریعے سرکار مفتی اعظم ہند کے ''رضوی دارالافتاء'' اور ''دار العلوم مظہر اسلام'' کو خوب عروج حاصل ہوا۔ آپ نہایت محنت اور لگن کے ساتھ درس وتدریس اور کار افتاء انجام دیتے۔ فتاویٰ لکھ کر سرکار مفتی اعظم ہند کو دکھاتے، اصلاح کراتے اور تصدیق کراتے۔ سرکار مفتی اعظم ہند کی سرپرستی ونگرانی میں کار افتاء انجام دینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ فقہ وفتاویٰ میں ممتاز حیثیت سے پہچانے جانے لگے۔ آپ مسلک اعلیٰ حضرت مذہب اہل سنت کے عقائد ومعمولات کو کتاب وسنت اور کتب اسلاف کرام سے نہایت مدلل انداز میں ثابت فرماتے۔ آپ عالم ربانی ہونے کے ساتھ نہایت عمدہ حافظ وقاری بھی تھے۔ سرکار مفتی اعظم ہند نے جب آپ کے پیچھے نماز ادا فرمائی تو سرکار مفتی اعظم ہند نے برملا ارشاد فرمایا کہ ''مولوی اعظم اچھا قرآن پڑھتے ہیں''۔

چونکہ آپ فنا فی الشیخ کے منصب پر فائز تھے اور عاشق اعلیٰ حضرت تھے۔ اس لیے جب سرکار مفتی اعظم ہند نے یہ وعدہ لیا کہ آپ اپنی پوری زندگی بریلی شریف چھوڑ کر نہ جائیں گے۔ تب آپ نے اپنے شیخ سے یہ وعدہ کر لیا تھا اور اس وعدہ کو اس طرح نبھایا کہ

زندگی کی آخری سانسیں لینے کے بعد ہی آپ کا جسد خاکی آپ کے آبائی وطن قصبہ ٹانڈہ ضلع امبیڈکرنگر اکبرپور یوپی لے جایا گیا اور وہی ''قطب ٹانڈہ حضرت مولانا حقانی شاہ صاحب علیہ الرحمہ'' کی درگاہ سے متصل آپ کی آخری آرام گاہ بنائی گئی۔

آپ بخاری شریف کا ختم رسمی طور پر اپنے طلبہ کو نہیں کراتے بلکہ پورے سال از اول تا آخر بخاری شریف کی دونوں جلدیں مکمل طور پر طلبہ کو پڑھاتے اور پھر ۱۴ر شعبان کو ختم بخاری شریف کی تقریب منعقد کراتے۔ آپ خانوادۂ رضویہ کے ہر فرد کا نہایت احترام کرتے، وقتاً فوقتاً سوداگران تشریف لاتے اور حسب موقع شہزادگان اعلیٰ حضرت میں سے جو بھی ملتے ان سے پر تپاک انداز میں ملاقات فرماتے۔ خاندان اعلیٰ حضرت کے ہر چھوٹے بڑے شہزادگان حضرت مفتی محمد اعظم صاحب سے بہت محبت رکھتے۔ سرکار ریحان ملت علیہ الرحمہ سے تو آپ کے بہت گہرے بلکہ یوں کہیئے کہ دوستانہ مراسم تھے۔ آپ سے حضور صاحب سجادہ حضرت سبحانی میاں صاحب بھی بہت محبت فرماتے۔ حضرت مفتی صاحب بھی حضور صاحب سجادہ سے خوب انسیت رکھتے۔ جب بھی دل کرتا جنکش سے آستانۂ اعلیٰ حضرت پر حاضر ہوتے اور اگر حضور صاحب سجادہ اپنی نشست گاہ میں تشریف فرما ہوتے تو ملاقات کرتے۔ اس درمیان اگر کوئی پوچھ لیتا کہ حضرت کہاں جا رہے ہیں تو بہت پیارا جواب دیتے کہ ''بڑی خانقاہ کے بڑے سجادہ'' سے ملنے جا رہا ہوں۔

آپ نے درس و تدریس کے ذریعہ بے شمار قابل و باصلاحیت علماء بلکہ یوں کہیئے کہ پاسبان مسلک اعلیٰ حضرت قوم کو عطا فرمائے۔ اسی طرح دارالافتاء کے ذریعہ ہندو پاک اور بنگلہ دیش کے علاوہ افریقہ، امریکہ اور انگلینڈ سے آنے والے بے شمار سوالات کے جواب تحریر فرما کر اپنے پیچھے فتاویٰ کا اچھا خاصا ذخیرہ چھوڑا ہے۔ خدا کرے کہ یہ ذخیرہ مرتب انداز میں جلد علمائے اہل سنت کی آنکھوں کو تسکین پہنچائے۔

آپ ہر سال ''جامعہ اشرفیہ'' مبارکپور میں سالانہ امتحان لینے کے لیے بلائے جاتے۔ وہاں آپ درجۂ فضیلت کے طلبہ کی منتہی کتاب ''بخاری شریف'' کا امتحان لیتے۔ راقم جب درجۂ فضیلت کا طالب علم تھا اور الحمدللہ! اپنی جماعت میں ایک نمبر پر تھا تب بھی حضرت مفتی صاحب ہمارا امتحان لینے کے لیے ''جامعہ اشرفیہ'' تشریف لائے تھے۔ بخاری شریف کا ہم لوگوں کو امتحان دینا تھا اور یہ بات سب ہی جانتے تھے کہ حضرت کے مزاج میں کافی حدت ہے۔ طلبہ کافی گھبرائے ہوئے تھے۔ چونکہ لسٹ میں پہلا نام راقم ہی کا تھا اس لیے راقم ہی سب سے پہلے امتحان گاہ میں داخل ہوا۔ سلام و دست بوسی کے بعد مؤدب انداز میں بیٹھ گیا۔ لسٹ پر نظر ڈالنے کے بعد فرمایا: ''آپ ہی کا نام محمد سلیم ہے؟'' راقم نے جواب دیا: جی ہاں۔ چونکہ لسٹ میں ''بریلی'' بھی لکھا ہوا تھا۔ اس لیے دریافت فرمایا: ''بریلی شریف میں کس جگہ کے رہنے والے ہو؟' راقم نے عرض کیا کہ ''قصبہ بہیڑی'' کا رہنے والا ہوں۔ یہ سن کر فرمایا کہ ''یہ مت سمجھنا کہ بریلی شریف سے آیا ہوں تو بریلی شریف کا ہونے کے ناطے میں تمہیں رعایتی نمبر دونگا یا امتحان لینے میں رعایت کروں گا'' راقم نے مسکرا کر جی حضور کہا۔ امتحان لینا شروع کیا اور حقیقت یہ ہے کہ پوری جماعت میں سب سے زیادہ وقت تک راقم ہی کا امتحان لیا اور بخاری شریف کا جتنا حصہ داخل درس تھا اس میں جتنے بھی مشکل مقامات تھے میرے خیال سے ان میں کوئی ایسی جگہ نہ چھوڑی جہاں سے آپ نے پڑھوایا نہ ہو اور سوالات نہ کئے ہوں۔

بہر حال یہ تو ایک ضمنی بات تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ نہایت متقی و پرہیزگار ایک عالم ربانی تھے۔ بریلی شریف میں رہ کر

آپ نے مذہب ومسلک کی خوب سے خوب تر خدمات انجام دیں۔ آپ کے وصال کی خبر سے بریلی شریف کے تمام عوام وخواص خاص کر یہاں سے وابستہ علمائے کرام اور خاندان اعلیٰ حضرت کے تمام بزرگوں اور شہزادگان کو نہایت رنج وغم پہنچا ہے۔ زیادہ تر حضرات کی خواہش یہی تھی کہ آپ کی تدفین اعلیٰ حضرت کی اسی نگری میں ہو۔ مگر اہل خانہ اور آپ کے شہزادگان نے لوگوں کو بتایا کہ حضرت مفتی صاحب کی خواہش تھی کہ ان کی تدفین ان کے آبائی وطن قصبہ ٹانڈہ میں کی جائے۔ اس لیے انتقال کے بعد اہل خانہ آپ کا جنازہ ٹانڈہ لے گئے اور آپ کی تدفین یہیں عمل میں آئی۔ بریلی شریف سے بھی بہت سے افراد جنازے میں شرکت کے لیے ٹانڈہ پہنچے۔ ٹانڈہ ہی میں مؤرخہ ۲۱/ ذیقعدہ ۱۴۴۴ھ/ ۱۱/ جون ۲۰۲۳ بروز اتوار کو آپ کا عرس چہلم منایا گیا۔ جس میں کثیر علماء ومشائخ نے شرکت کی۔ اس موقع پر آپ کی پوری زندگی کا احاطہ کرنے والے مختصر احوال وکوائف کا خاکہ پیش کرتا ہوا ایک دیدہ زیب معلوم افزا پوسٹر جامعہ رضویہ منظر اسلام کے باصلاحیت استاذ ومفتی حضرت علامہ مفتی محمد ایوب خاں نوری صاحب نے مرتب فرما کر شائع کیا۔ اللہ تعالیٰ مرتب موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ جنہوں نے اپنے استاذ ومربی کو ایک تاریخ ساز اور لائق تحسین خراج پیش کیا ہے۔

مورخہ ۵/ مئی ۲۰۲۳ء بروز جمعہ رات کو تقریباً ۱۱/ بجکر ۵۰/ منٹ پر آپ کا وصال ہوا اور صبح ۶/ مئی ہی کو ''جامعہ رضویہ منظر اسلام'' میں افتتاح بخاری کی تقریب کا انعقاد ہوا تھا۔ اسی تقریب میں آپ کے لیے ایصال ثواب کیا گیا۔ قاری عبد الرحمٰن خان صاحب اور مفتی محمد ایوب خان صاحب نے آپ کو خراج عقیدت پیش کیا۔ حضور صاحب سجادہ حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد احسن رضا قادری مدظلہ النورانی نے دعائے مغفرت کی۔ حضور صاحب سجادہ حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں مدظلہ النورانی کو راقم نے جب آپ کے وصال کی خبر سنائی تو آپ نہایت رنجیدہ ہوئے، دعائے مغفرت کی اور اپنی جانب سے مندرجہ ذیل تعزیت نامہ جاری فرمایا:

''آہ! ہمارے **مفتی محمد اعظم صاحب بھی چل بسے**

ابھی ہم جامعہ رضویہ منظر اسلام کے سابق شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد عارف صاحب نانپاروی کے سانحۂ ارتحال کے غم سے نکل بھی نہ پائے تھے کہ اب خلیفۂ مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد اعظم صاحب رضوی نوری کے وصال کی دل سوز خبر نے ہم سب کو بے چین کر دیا اور وہ بھی ہم سب کو روتا بلکتا چھوڑ کر دار آخرت کی طرف کوچ کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مفتی صاحب نے پوری زندگی مذہب و مسلک اور مرکز اہل سنت کی بے لوث خدمت انجام دی۔ جب تک جسم وحواس نے ساتھ دیا تب تک سیدی سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے ''رضوی دار الافتاء'' کو سنبھالے رہے۔ ''دار العلوم مظہر اسلام'' میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ فقیر سے بہت محبت فرماتے۔ غم کی اس گھڑی میں ہم سب ان کے اہل خانہ کے ساتھ ہیں۔ رضا مسجد میں افتتاح بخاری شریف کی تقریب میں منظر اسلام کے تمام اساتذہ وطلبہ ان کے لیے ان شاء اللہ کل ایصال ثواب کی محفل بھی منعقد کریں گے۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

فقیر قادری محمد سبحان رضا خاں سبحانی غفرلہ

مرکز اہل سنت خانقاہ قادریہ برکاتیہ رضویہ درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

۶/ مئی ۲۰۲۳ء بروز جمعہ''

منظر اسلام کے نامور فرزند و شیخ الحدیث

علامہ مفتی محمد عارف صاحب نانپاروی بھی کوچ کر گئے

مورخہ ۲۸؍ شعبان المعظم ۱۴۴۴ھ/ ۲۱ مارچ ۲۰۲۳ء بروز منگل صبح کے وقت جماعت اہل سنت کے معروف و مشہور بزرگ عالم دین، یادگار اعلیٰ حضرت ''جامعہ رضویہ منظر اسلام'' کے مایہ ناز فرزند، استاذ اور شیخ الحدیث، سیدی سرکار مفسر اعظم ہند اور نبیرہ اعلیٰ حضرت ریحان ملت حضرت علامہ ریحان رضا خاں رحمانی میاں علیہما الرحمہ کے خصوصی شاگرد، جامع معقولات و منقولات حضرت علامہ اعجاز علی عرف علامہ محمد عارف علی نانپاروی اس دار فانی سے دار آخرت کی طرف کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ الحدیث علامہ عارف صاحب نانپاروی کی پیدائش ۷؍ مارچ ۱۹۳۸ء کو ضلع بہرائچ اتر پردیش کے قصبہ ''نانپارہ'' میں ہوئی۔ نانپارہ ایک زمانہ میں نوابوں کا دار السلطنت تھا۔ آپ کے والد صاحب کا نام جناب ارشاد علی اور دادا کا نام سید علی تھا جو بہرائچ سے ہجرت کر کے نانپارہ آگئے تھے۔ ابتدائی تعلیم ''انجمن اسلامیہ'' نانپارہ کے پرائمری درجات میں حاصل کی۔ پھر ''انجمن حنفیہ'' نانپارہ میں مولانا سبحان اللہ انصاری امجدی کے پاس فارسی عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ اسی درمیان نانپارہ میں ''جامعہ نعیمیہ'' مراد آباد کے مدرس قاری علی حسین رضوی نعیمی کی آمد ہوئی تو آپ کے والدین نے ۱۹۵۶ء میں آپ کو ''جامعہ نعیمیہ'' بھیج دیا جہاں ۱۹۵۷ء تک آپ زیر تعلیم رہے مگر جب قاری علی حسین صاحب ''جامعہ نعیمیہ'' سے مستعفی ہو کر اپنے یہاں ضلع بستی آگئے تو آپ بھی ان کے ساتھ شہر بستی کے مدرسہ ''معین الاسلام'' میں داخل ہوگئے۔ اسی سال شعبان المعظم میں نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفسر اعظم حضرت علامہ ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں علیہ الرحمہ کی آمد نانپارہ میں ہوئی، تو آپ ان کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ''جامعہ رضویہ منظر اسلام'' میں پڑھنے کی خواہش ظاہر کی، جسے مفسر اعظم ہند نے قبول فرمالیا۔ چنانچہ ۱۹۵۷ء کے ماہ شوال میں آپ مرکز اہل سنت ''جامعہ رضویہ منظر اسلام'' میں داخل ہوگئے۔ ۱۹۶۴ء میں یہاں سے فراغت حاصل کی۔ پھر یہیں تدریس کا آغاز کر دیا۔ ۱۹۷۲ء میں یہاں سے مدرسہ ''فخر العلوم'' بلرامپور پھر وہاں سے ''دار العلوم شاہ عالم'' گجرات چلے گئے۔ ۱۹۷۴ء تک بریلی شریف سے باہر رہے اور غالباً ۱۹۷۵ء میں پھر ''جامعہ رضویہ منظر اسلام'' آگئے۔ ۱۹۹۶ء میں یہاں سے ۶۲؍ سال کی عمر میں شیخ الحدیث کے منصب سے ریٹائرڈ ہوئے۔ پھر آپ نے بیعت وارشاد اور دعوت و تبلیغ کا کام شروع کیا۔ کشمیر وغیرہ میں آپ کے کافی مریدین ہیں۔ ۱۰؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۱ھ میں آپ سیدی سرکار مفتی اعظم ہند سے بیعت ہوئے۔ قاضی احسان الحق نعیمی صاحب کی دختر سے پہلا نکاح ہوا جن سے ۴؍ بیٹے اور ۳؍ بیٹیاں ہیں۔ ۱۹۸۰ء میں زوجہ اولیٰ کے انتقال کے بعد ان کی بہن اور اپنی سالی سے دوسرا نکاح کیا جن سے ۲؍ بیٹے ہیں۔

آپ پوری زندگی مرکز اہل سنت خانقاہ رضویہ درگاہ اعلیٰ حضرت منظر اسلام سے وابستہ رہے۔ ریٹائرڈ ہونے کے بعد بھی یہاں کی ہر تقریب عرس میں گاہے بگاہے تشریف لاتے۔ حضور صاحب سجادہ حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خان سبحانی میاں صاحب قبلہ سے بہت محبت رکھتے۔ حضرت صاحب سجادہ بھی آپ سے محبت و لگاؤ رکھتے۔ عرس رضوی کے آخری قل شریف میں آپ سے دعا کراتے۔ آپ سے کئی بار ''منظر اسلام'' میں آغاز بخاری اور افتتاح بخاری بھی کرایا۔ جب بھی تشریف لاتے تو طلبہ و اساتذہ سے محبت و شفقت سے ملاقات کرتے اور ''منظر اسلام'' کی ترقی دیکھ کر خوش ہوتے۔ خانقاہ رضویہ اور مدرسہ ''منظر اسلام'' کے ہر اہم معاملہ میں آپ سے مشورہ لیا جاتا۔ صاحب سجادہ کے لخت جگر اور درگاہ اعلیٰ حضرت کے سجادہ نشین حضرت مفتی احسن میاں صاحب قبلہ سے بھی خوب محبت فرماتے۔ کچھ سال قبل جب آپ بہرائچ ایک جلسہ میں تشریف لے گئے تو آپ نے حضرت احسن میاں صاحب قبلہ کے لئے ''بدر الطریقہ'' کا خطاب تجویز فرما کر بھرے مجمع میں اس کا اعلان کیا۔ بہرائچ شہر میں حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے آستانہ سے متصل ایک قبرستان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ اللہ آپ کی مغفرت فرمائے اور قبر پر انوار و رحمت کی بارشیں نازل فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

علامہ یٰسین اختر مصباحی بھی نہ رہے

از۔ محمد صالح رضوی ازہری، بریلی شریف

مؤرخہ ۷؍مئی بروز اتوار بوقت رات ۹؍بجکر ۵۰؍منٹ پر اہل سنت کے معروف قلمکار، کئی کتابوں کے مؤلف خاص کر رضویات کے باب میں کئی گراں قدر تصنیفات کا اضافہ کرنے والے مشہور مصنف، اردو، عربی، اور فارسی زبانوں میں مہارت رکھنے والے کامیاب ادیب، رئیس التحریر حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی صاحب بھی اس دار فانی کو خیر آباد کہہ گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ ۱۲؍مئی ۱۹۵۳ء کو ''خالص پورادری'' ضلع مئو میں پیدا ہوئے۔ آپ نے پوری زندگی تصنیف و تالیف، مضمون نگاری اور جماعت اہل سنت کی آواز کو ایوان حکومت و صحافت میں بلند کرنے کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ ''جامعہ اشرفیہ'' مبارکپور میں تعلیم بھی حاصل کی اور یہیں کار تدریس بھی کچھ سالوں تک انجام دیا۔ عربی ادب سے آپ کو بہت لگاؤ تھا۔ عربی زبان میں مہارت کے لئے آپ ۱۹۸۲ء سے ۱۹۸۴ء کے دوران سعودی عرب تشریف لے گئے۔ آپ نے عربی زبان میں ''المدیح النبوی'' نامی کتاب ترتیب دی اور اس پر ایک جاندار و شاندار مقدمہ بھی تحریر فرمایا جس میں ''مدیح'' کی پوری تاریخ نہایت جامعیت کے ساتھ رقم فرمائی۔ یہ کتاب ہندو پاک اور بنگلہ دیش کے تقریباً سبھی سنی مدارس کے شعبۂ عربی ادب میں داخل درس ہے۔ ملک اور بیرون ملک سیمیناروں میں شرکت کرنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ سعودی عرب سے واپسی کے بعد آپ دہلی تشریف لے گئے۔ کئی سال تک ماہنامہ ''حجاز'' کے نام

سے ایک کامیاب اردو رسالہ نکالتے رہے۔ اس کے بند ہو جانے کے بعد ماہنامہ ''کنز الایمان'' دہلی کی ادارت سے وابستہ رہے۔ دہلی کے ذاکرنگر علاقہ میں ایک وسیع زمین خرید کر اس پر ''دارالقلم'' کے نام سے ایک تصنیفی اور تالیفی ادارہ کی بنیاد رکھی۔ اسی کے احاطہ میں ایک شاندار، عظیم الشان اور دیدہ زیب مسجد بھی تعمیر کرائی۔ ملکی سیاست پر آپ گہری نظر رکھتے تھے اور مسلمانان ہند کی میدان سیاست میں وقتاً فوقتاً اپنے مضامین اور اخباری بیانات سے رہنمائی بھی کرتے تھے۔ آپ ایک کامیاب صحافی تھے۔ ۲۰۱۵ء میں ''جہاد سے متعلق ۲۴ر آیات قرآنی کا درست مفہوم'' نامی کتاب کی وجہ سے دہلی پولیس نے تفتیش کے لئے آپ کو حراست میں لے لیا جس سے جماعت اہل سنت میں اضطراب پیدا ہو گیا۔ حضور صاحب سجادہ حضرت سبحانی میاں صاحب نے دہلی پولیس کے نام ایک سخت انتباہ جاری کرتے ہوئے ارباب اقتدار کو مکتوب تحریر فرمائے۔ ملک کے طول وعرض سے دہلی پولیس کی سخت مذمت کی گئی جس کی وجہ سے فوری طور پر دہلی پولیس نے آپ کو رہا کر دیا۔

اعلیٰ حضرت اور خاندان اعلیٰ حضرت کے تعلق سے آپ نے کئی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جن میں امام احمد رضا کی فقہی بصیرت، امام احمد رضا کی محدثانہ عظمت، امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات جیسی کتابوں کو خوب شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ ملک کے تقریباً تمام سنی رسائل میں آپ کے مضامین شائع ہوتے۔ مؤرخہ ۸ر مئی ۲۰۲۳ء بروز پیر عشاء کی نماز سے پہلے تقریباً ۸ر بجے آپ کے آبائی وطن خالص پور ادری ضلع مئو میں آپ کی نماز جنازہ عزیز ملت حضرت علامہ عبدالحفیظ صاحب مدظلہ العالی، سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارکپور نے ادا کرائی جس میں ہزاروں علماء ومشائخ اور عوام وخواص نے شرکت کی۔ یہیں آپ کے ذاتی قبرستان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

آپ نے اپنی زندگی میں اہل سنت و جماعت کے نوخیز علماء کے اندر قرطاس وقلم سے وابستگی اور مضمون نگاری کا جذبہ پیدا کیا۔ ایک سنجیدہ اور دلکش تحریر لکھنے کا ذوق پیدا کیا۔ اہل سنت کے نو فارغ التحصیل علماء کو دہلی کی سرزمین پر رہ کر اہل سنت کا کام کرنے کے مواقع فراہم کئے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ، جے این یو اور دہلی یونیورسٹی جیسے عصری اداروں میں مدارس کے فارغ علماء کو داخلہ لے کر پڑھنے پر آمادہ کیا۔ اس طرح آپ نے اپنی کوششوں سے دہلی کے اندر مدارس سے فارغ ہونے والے بہت سے علماء کو ایک مضبوط پلیٹ فارم عطا کیا۔ اہل سنت کو سینکڑوں مضمون نگار، قلمکار اور مصنف عطا کرنے کے ساتھ آپ نے اہل سنت کے علماء کی صحافت کے میدان میں ایک اچھی خاصی جماعت بھی تیار کر دی۔ تصنیف و تالیف، سلگتے مسائل پر پڑھنے سے تعلق رکھنے والے مضامین اور مقالات کے سلسلہ میں آپ نوجوان علماء کی رہنمائی کرتے اور عصری جامعات میں پی ایچ ڈی اور ایم فل کے مقالات میں بھی آپ طلبہ کی بھرپور مدد کرتے۔ بلاشبہ آپ کے انتقال سے جماعت اہل سنت کا ایک عظیم خسارہ ہوا ہے۔ آہستہ آہستہ بزرگ ہستیاں دنیا سے رخصت ہو رہی ہیں اس لئے موجودہ علماء ومشائخ کی یہ ذمہ داری ہے کہ نوخیز علماء کی صالح تربیت فرمائیں تاکہ مستقبل میں ہمارے اکابر علماء کی جانشینی کے یہ لائق بن جائیں۔ اللہ رب العزت علمائے اہل سنت کی عمروں میں برکتیں عطا فرمائے۔

نجدیوں کا دوہرا معیار

از۔مولانا خلیل فیضانی، جودھپور راجستھان

ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

جب ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالی وسلم کی محفل نور سجتی ہے، تو ایمان کے گلشن میں بہار آجاتی ہے۔ بوجھل طبیعتیں شاد شاد ہونے لگتی ہیں۔ یقیناً خوش بخت ہیں وہ افراد جو اپنے سینوں میں محبت مصطفیٰ کا چراغ روشن رکھتے ہیں اور اس کی لو کو مزید تیز کرنے کے لیے دن رات محبوب کی یاد میں نغمات نعت گنگناتے رہتے ہیں۔

محبت وادب ہم اہل سنت وجماعت کی شناخت ہے۔ بزرگان دین کی تعظیم ومحبت کا انداز ہمارے ہاں جس طرح کا پایا جاتا ہے غیر اس سے محروم ہیں۔ انداز ایسا پیارا کہ جس میں نہ افراط کو راہ اور نہ ہی تفریط کی گنجائش۔ ایسی محبت وتعظیم دیگر فرقہائے باطلہ میں کہیں دیکھنے کو نہیں ملے گی۔ ہم لوگ حسب مراتب اکابر واسلاف کا ادب کرتے ہیں۔ انبیاے کرام، صحابہ کرام، اولیائے کرام اور علمائے کرام کی ہم تعظیم کرتے ہیں۔ بلا شبہ ان کی محبت ہمارے لیے سعادت مندی کی دلیل ہے۔

لیکن حقیقت وہی ہے جو اوپر بیان ہوئی کہ ہم اہل سنت حسب مراتب تعظیم وادب کی سوغاتیں پیش کرتے ہیں اور "وضع الشی فی غیر محلہ ظلم" کے مصداق نہیں بنتے۔ یہ ہماری سعادت مندی ہے، سرفرازی ہے اور آخرت کی کل پونجی بھی، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بعض وہ فرقے جو اپنے آپ کو دین کا مخلص گردانتے نہیں تھکتے، ان کے عقیدے کے خلاف جس کا عقیدہ ہوا سے مسلمان ماننے کو تیار نہیں ہوتے مگر جب ہم ان باطل فرقوں کے خود ساختہ اکابر کے کرتوت وحرکات ملاحظہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ کس قدر خود ان کی عقیدتوں کی جبین قبلہ رخ سے ہٹی ہوئی ہے۔ مزید یہ کہ ہم گمان نہیں کر سکتے کہ کس قدر بھیانک افراط وتفریط ان کے ہاں پائی جاتی ہے۔ ان کا دوہرا معیار دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے کہ ایک طرف کیسے یہ عداوت انبیا علیہم السلام میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور دوسری طرف کس قدر اپنے اساتذہ اور اپنے گروؤں کی بے جا عقیدت مندی میں سرشار ہیں۔

☆ یہ ان کے قاسم نانوتوی ہیں "ان کو ایک موقع پر خنزیر کے بارے میں تحقیق کی ضرورت پیش آگئی چونکہ ایک فقہی مسئلہ پیش آگیا تھا، تو لوگوں نے کہا یہ تو بھنگیوں سے معلوم ہوسکتا ہے، وہی لوگ خنزیر پالتے ہیں۔ تو جناب کے گھر جو بھنگی آتا تھا اس سے انہوں نے پوچھا کہ بھائی! خنزیر کے بارے میں اس بات پر تمہاری کیا تحقیق ہے؟ اس نے اصلیت بتلادی کہ یہ صورت ہوتی ہے۔ اس دن کے بعد جب وہ بھنگی آتا تو جناب اس کی تعظیم میں کھڑے ہوجاتے اور یوں کہتے کہ اس بھنگی کے ذریعے مجھے ایک علم حاصل ہوا ہے"۔

(خطبات حکیم الاسلام مفہوماً)

☆ یہ ان کے رشید گنگوہی ہیں!" ان کو اپنے جملہ اساتذہ کے ساتھ خاص انس وتادب ملحوظ تھا۔ اکثر اپنے اساتذہ کے مناقب ومحاسن

بیان کرتے اور آنکھوں میں آنسو بھر لاتے''۔(تذکرۃ الرشید)

☆اب بدنام زمانہ انگریز کے خوشامدی اشرف تھانوی کا دوغلا پن ملاحظہ کیجیے کہ:

''ان سے حضرت شیخ الہند (جو ان کے مصنوعی شیخ ہیں) کے ترجمہ قرآن پاک پر تقریظ لکھنے کی درخواست کی گئی تو اس پر انہوں نے کہا تقریظ لکھنا تو اس کا حق ہے جو ایک طرف مدح پر قادر ہو تو دوسری طرف قدح کی بھی طاقت رکھتا ہو اور ہم تو حضرت کے شاگرد ہیں۔ ہم تو ان کی ہر چیز کی مدح ہی کریں گے اگر ہم تقریظ لکھیں اور مدح کریں تو گویا اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم قدح بھی کر سکتے ہیں اور اس کا حق بھی رکھتے ہیں اور اس کا قبیح و شنیع ہونا ظاہر ہے چوں کہ حضرت استاذ کی قدح گوشہ تصور میں لانا بھی سوئے ادب ہے۔''

(افادات مسیح امت)

ان مذکورہ تینوں خبثا کی اپنے اساتذہ کے تئیں کیسی عقیدت و الفت ہے آپ نے ملاحظہ کر لی۔لیکن جب آقا ﷺ کی عظمت و شان کی بات آتی ہے تو اس میں تاویل کا ہر پہلو نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قرآن و حدیث میں جہاں عظمت مصطفیٰ ﷺ کا حسین تذکرہ چھڑتا ہے تو ان کی رگ عناد پھڑک اٹھتی ہے، اس کو بدبختی کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ان کے کفریہ عقائد ڈھکے چھپے نہیں رہے۔ کتابوں میں موجود ہیں۔ یہاں پر صرف ان کی بے وفائی و بے مروتی کا پردہ اٹھانا ہے کہ دنیا میں ان کے جیسا کوئی غدار نہیں۔ یقیناً یہ ان ناہنجاروں کی بدبختی ہے کہ جنہوں نے دو حرف پڑھائے ان کی تو اتنی قدر کہ ان کے تذکرے سے ہی آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور جس نبی نے قرآن دیا، حدیث دی، زندگی گزارنے کا سلیقہ عطا کیا تو ان کی معصوم و بے عیب ذات میں عیبوں کے جویاں رہتے ہیں جب کہ ہمارے نبی تو وہ ہیں کہ حسن و جمال ان کے در کے گدا ہیں۔ پیارے آقا ﷺ نے انہیں کلمہ اسلام جیسی لازوال نعمت سے بہرہ مند کیا لیکن ان بے وفاؤں نے اس کی کوئی قدر نہیں کی۔ان کو تعظیم نبی اور تکریم حبیب کے ہر جلوے میں شرک کی بو محسوس ہوتی۔ ہر وقت اور ہر جگہ سیرت نبی کے ہر پہلو میں نقص اور کمی ڈھونڈھنے میں لگے رہتے، خود تو تعظیم نبی اور تکریم نبی کی برکتوں سے محروم رہے لیکن دوسروں کو بھی اس سے دور رکھنے کی ہر وقت پوری جد و جہد کرتے رہے۔ نبی اکرم ﷺ کے بے شمار احسانات کا شکریہ ادا کرنا اور اس کا اعتراف کرنا تو درکنار، کلمہ پڑھانے تک کا بھی احسان انہوں نے کبھی تسلیم نہیں کیا۔سچ کہا ہے امام اہل سنت نے۔ے

اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

ان کے دہرے معیار کا نظارہ آپ ۱۵؍اگست، ۲۶؍جنوری، شادی بیاہ، جلسہ دستار بندی اور خود ان کے بچوں کے برتھ ڈے پروگراموں میں اکثر و بیشتر دیکھتے ہونگے کہ جو فرقہ آقا کریم ﷺ کے یوم پیدائش پر سجاوٹ وغیرہ کرنے کی مذمت کرتا ہے، شرک کہتا ہے، بدعت کہتا ہے، دور نبی، عہد صحابہ اور عہد تابعین میں جشن عید میلاد النبی پر یہ مستحسن کام کئے جانے کی سند اور ثبوت مانگتا ہے مگر یہ بے حیا فرقہ اپنے یہاں شادی بیاہ، برتھ ڈے پارٹیوں، ۲۶؍جنوری اور ۱۵؍اگست وغیرہ کے موقعوں پر سجاوٹ بھی کرتا ہے، روشنی بھی کرتا ہے، جھنڈے بھی لگاتا ہے اور خوب دھڑلے سے کھانے، پانی پر پانی کی طرح پیسہ بھی بہاتا ہے۔تب ان فرقوں کو نہ فضول خرچی نظر آتی ہے اور نہ ہی شرک و بدعت کے جلوے۔اللہ محفوظ رکھے ان گمراہ فرقوں کی گمراہ باتوں سے۔

سڑکوں پر مذہبی رسومات اور حکومت کا رویہ

از۔ مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی، روشن مستقبل دہلی

یوں تو آزادی کے بعد ہی سے مسلمان سیاسی وسماجی سطح پر امتیازی سلوک اور متعصّبانہ رویے کا سامنا کرتے آرہے ہیں، لیکن پہلے تنگ نظروں کی تعداد ذرا کم تھی اور حکومتیں بھی قدرے پردہ داری کا لحاظ رکھتی تھیں لیکن 2014 کے بعد سے تنگ نظروں کی تعداد کئی گنا بڑھ گئی ہے اور اس سے کئی گنا زیادہ وہ لوگ بڑھ گئے ہیں جو ان کی کھل کر یا خاموش رہ کر حمایت اور تائید کرتے ہیں۔ شر پسندوں کا حوصلہ اتنا نہ بڑھتا اگر حکومتیں ذرا لحاظ و پاس والی ہوتیں لیکن یہاں تو نظارہ ہی بدلا ہوا ہے، حکومتیں کھل کر مسلم روایات، تہذیب، رسومات اور دینی معاملات میں دخل اندازی اور تعصب ونفرت کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔

ایسا ہی ایک نظارہ عید الفطر (1444ھ/2023ء) پر پیش آیا جب اتر پردیش کے کئی شہروں میں عید گاہ سے متصل سڑکوں پر نماز پڑھنے کی بنیاد پر نمازیوں کے خلاف مقدمات قائم کئے گئے اور اب گرفتاری اور جرمانہ عائد کرنے کی تیاریاں چل رہی ہیں۔ اطلاعات کے مطابق اب تک کانپور، ہاپوڑ، علی گڑھ اور باغپت میں سڑک پر نماز پڑھنے کی بنیاد پر کئی مقدمات درج کر دیئے گئے ہیں۔ کانپور میں تین علاقوں کے 1800 نمازیوں کے خلاف، ہاپوڑ میں قریب 250 نمازیوں کے خلاف، علی گڑھ اور باغپت میں بھی غیر معین لوگوں کے خلاف مقدمات درج کر کے گرفتاری کی تیاریاں چل رہی ہیں۔

سڑکوں پر مذہبی رسومات کا جائزہ: تعصب ونفرت کے اس دور میں آج بھلے ہی سڑکوں پر نماز پڑھنے کو لیکر ہنگامہ برپا کیا جا رہا ہے لیکن یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ بھارت میں اچھی خاصی سیاسی/سماجی اور مذہبی رسومات سڑکوں پر ادا کرنے کا چلن عام ہے، خصوصاً شہروں میں سڑکوں کا سیاسی وسماجی استعمال بہت زیادہ ہوتا ہے۔ بات چاہے شادی بیاہ کے کھانے کی ہو، یا کسی نیتا کے جلسے کی، معاملہ کسی کی موت کا ہو یا کسی چھوٹی موٹی پارٹی کا، کسی دیوی دیوتا کا جشن ہو یا ہندو ماتاؤں کی چوکیاں اور جگراتے، اچھے خاصے تہوار اور فنکشن سڑکوں پر ہی ہوتے ہیں۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی اور انکشاف کرنے والی بات نہیں ہے یہ سارے نظارے تقریباً ہر شہر میں عام ہیں۔ اس سے دو قدم آگے بڑھ کر کانوڑ یاترا اور ہولی کو دیکھیں تو پتا چلتا ہے کہ ہولی کے موقع پر قریب بارہ سے پندرہ گھنٹے اور کانوڑ کے موقع پر قریب ہفتہ دس دن سڑکیں پوری طرح مذہبی رسومات کی پرسکون ادائیگی کے لیے بند کر دی جاتی ہیں۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ عام سڑکیں بند کر دی جاتی ہیں بل کہ دلی، لکھنؤ اور دہرادون جیسے نیشنل ہائی وے کو بھی ہفتہ دس دن کے لیے one way کر دیا جاتا ہے اور خاص دنوں میں پوری طرح بند کر دیا جاتا ہے۔ پولیس انتظامیہ سے لیکر سماجی/سیاسی کارکنان کانوڑ یاتریوں کی ضیافت اور مہمان نوازی کے لیے فٹ

پاتھ پر ٹینٹ اور تمبو لگا کر مذہبی رسومات کو پورا کراتے ہیں۔حتی کہ حکمراں طبقے کے تمام لیڈر، وزرا اور خود وزیر اعلیٰ ہیلی کاپٹر لیکر سڑکوں پر موجود کانوڑ یاتریوں پر گل افشانی کر کے ان کی عزت افزائی کرتے ہیں۔یہ سارے کام حکومتی سطح سے گاؤں دیہات اور شہروں تک نہایت آزادی اور بے تکلفی سے انجام دئے جاتے ہیں۔لیکن جیسے ہی مسلمانوں کا کوئی خاص موقع مثلاً جمعۃ الوداع، عید الفطر یا عید الاضحی آتا ہے تو فوراً ہی حکومتوں کو سڑکوں پر چلنے والے عوام کا خیال آجاتا ہے اور حکم نامہ جاری کر دیا جاتا ہے کہ سڑکوں پر کسی طرح کی کوئی مذہبی رسم ادا نہیں کی جائے گی۔حالیہ عید الفطر پر بھی ایسا ہی ہوا اور حکومت وانتظامیہ نے مختلف شہروں میں مسلمانوں کے خلاف مقدمات قائم کر کے اپنی جانب داری کا کھلا ثبوت دیا۔

یہ بھی دیکھیں: کانوڑ یاترا کے دوران اتر پردیش، ہریانہ، دلی اور اترا کھنڈ چار صوبے پورے طور پر متاثر ہوتے ہیں۔لکھنؤ، دلی، دہرادون اور میرٹھ ہائی وے پوری طرح سے ایک ہفتے تک کہیں نصف تو کہیں مکمل بند رہتا ہے۔اس درمیان ساری سڑکیں کانوڑ یاتریوں کی وجہ سے عوام کے لیے پوری طرح بند کر دی جاتی ہیں۔اس ہفتے میں سفر کے علاوہ کاروباری سرگرمیاں بری طرح متاثر ہوتی ہیں۔اس حوالے سے امر اجالا نیوز پیپر کی رپورٹ کے مطابق سال 2022 میں کانوڑ یاترا کے دوران صرف میرٹھ ریجن میں طے شدہ روٹ پر بسیں نہ چلنے اور کم چلنے کی وجہ سے روڈ ویز ڈپو کو قریب چار کروڑ روپے کا نقصان ہوا تھا۔اندازہ لگائیں جب میرٹھ ریجن کا یہ نقصان ہے تو مرادآباد، بریلی، شاہجہاں پور اور لکھنؤ ریجن میں کتنا نقصان ہوا ہوگا۔

راجستھان پتریکا نیوز پیپر کی رپورٹ کے مطابق سال 2022 میں رِشی کیش، دہرادون اور ہری دُوار سِڈ کُل میں چلنے والے انڈسٹریل ایریا میں یہ نقصان تقریباً چودہ سو کروڑ کا ہوا تھا۔ دَینک بَھاسکر نیوز پیپر کی رپورٹ کے مطابق کانوڑ کے دنوں میں گڑھ مُکتیشوَر پر بنے ٹول گیٹ پر روزانہ بیس سے پچیس لاکھ کا نقصان ہوتا ہے۔ان رپورٹوں کے ساتھ ساتھ ٹائمز آف انڈیا کی یہ رپورٹ بھی یادرکھنے لائق ہے جسے 27 جولائی 2022 کو پبلش کیا گیا تھا۔ اس رپورٹ میں بتایا گیا تھا کہ امسال کانوڑ یاترا کی وجہ سے کاروباریوں کو قریب چار ہزار کروڑ روپے کا نقصان ہوا۔اسی نقصان کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اترا کھنڈ سِڈ کُل مینوفیکچرنگ اسوسیشن کے صدر ہریندر گرگ کا کہنا تھا کہ یاترا ضرور ہونا چاہیے لیکن اب تو سڑکیں اچھی ہیں لیکن اب بھی وہی ہو رہا ہے جو سولہ سال پہلے ہوتا تھا۔ دیگر علاقوں کے لوگ بھی کانوڑ یاترا کی وجہ سے ہونے والے نقصان پر آواز اٹھاتے ہیں لیکن دھارمک معاملہ ہونے اور حکومت کی دل چسپی اور سیاسی مفادات کے زور کی بنا پر کوئی کھل کر سامنے نہیں آپاتا اس لیے اختلاف رائے کی آوازیں کمزور پڑ جاتی ہیں لیکن اس تفصیل سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ کانوڑ یاترا کے دوران محض ایک یا دو گھنٹے نہیں بل کہ ہفتے عشرے تک ایک مخصوص دھرم کی مذہبی رسومات کی پرسکون ادائیگی کے لیے سڑکوں کو دوسرے لوگوں کے لئے مکمل بند کر دیا جاتا ہے۔

کانوڑ یاترا کی طرح ہولی کے موقع پر بھی اچھے خاصے شہروں میں سڑکوں پر ہی ہولی کھیلی جاتی ہے۔ہولیکا دَہَن کی رات

سے اگلے دن رنگ کھیلنے تک رہائشی علاقوں کی اکثر سڑکیں ہولی کھیلنے والوں کے قبضے میں ہوتی ہیں۔حکومت اور انتظامیہ باضابطہ لوگوں کو اس درمیان گھر سے نہ نکلنے کی اپیل کرتی ہے۔حتی کہ مسجدوں کے اوقات نماز تبدیل کرائے جاتے ہیں۔اس درمیان مسافروں/ مریضوں اور عام لوگوں کو جو مشکلات پیش آتی ہیں وہ تقریباً سب پر ظاہر ہیں لیکن اس کے باوجود بھی سڑک پر مذہبی رسومات کی ادائیگی کبھی بھی موضوع بحث نہیں بنتی۔

یہ تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟: ذکر کردہ تفصیلات سے یہ بات بخوبی ظاہر ہو جاتی ہے کہ بھارت میں سڑکوں پر مذہبی رسموں کے ساتھ ساتھ سیاسی اور سماجی رسمیں بھی خوب ادا کی جاتی ہیں۔اس وقت کسی کو بھی سڑک پر چلنے والوں کے حقوق کا خیال نہیں آتا۔ کروڑوں کا نقصان ہو جائے تب بھی حکمرانوں کے ماتھے پر شکن نہیں آتی لیکن مسلمانوں کا تہوار آتے ہی انتظامیہ اور حکمراں طبقہ سڑکوں پر پابندی کا فرمان جاری کر دیتا ہے۔کیا یہ کھلی ہوئی جانب داری اور تعصب نہیں ہے؟

ایک طرف اپنی رسومات کے لیے سڑکیں ہفتہ بھر تک ریز رو کرلی جاتی ہیں لیکن عیدین یا جمعۃ الوداع کے دن محض گھنٹے آدھ گھنٹے کے لیے بھی اجازت نہیں دی جاتی۔حالانکہ مسلمان شوقیہ طور پر سڑکوں پر نماز نہیں پڑھتے ،جن مساجد/عیدگاہوں میں جگہ کم پڑ جاتی ہے صرف انہیں مقامات پر بحالت مجبوری سڑکوں پر صفیں بچھائی جاتی ہیں اور اس میں بھی کوئی گھنٹے دو گھنٹے نہیں لگتے بمشکل دس بیس منٹ لگتے ہیں لیکن خود کو ''وِشال ہردے'' (وسیع الظرف) کہلانے والے سماج اور حکمراں طبقے کو اتنا سا وقت بھی نہایت گراں گزرتا ہے اور وہ اسے اعلیٰ درجے کی قانون شکنی کے طور پر پیش کرتے ہیں۔دوسری جانب گودی میڈیا اور شر پسندوں کا ٹولہ اسے مسلمانوں کی غنڈئی، دبنگئی اور سڑک جہاد کہہ کر ہنگامہ آرائی کرتا ہے۔

کیا کریں مسلمان؟: اس طرح کے معاملات میں ایک طبقے کی رائے یہ ہوتی ہے کہ مسلمان حتی الوسع مساجد/عیدگاہ میں ہی نماز ادا کریں اور کسی بھی طور پر سڑکوں پر نماز نہ ادا کریں۔اگر کہیں نمازی زیادہ اور جگہ تنگ ہو تو ایک سے زائد جماعت کا اہتمام کرلیا جائے لیکن سڑکوں پر ادائیگی سے بچا جائے کہ اس میں مقدمات اور گرفتاری کے ساتھ ساتھ ہتک عزت کا خدشہ بھی رہتا ہے۔یہ بات اپنی جگہ بالکل درست ہے لیکن لاکھ ٹکے کا سوال یہ ہے کہ جہاں چھینک آتے ہی ناک کاٹنے کا جذبہ ہو وہاں آپ سب کچھ کر کے بھی ان کے تعصب سے نہیں بچ سکتے۔حالیہ رمضان میں ایسے کتنے حادثات گزرے جہاں مسلمانوں کو ان کے اپنے گھروں میں بھی نماز نہیں پڑھنے دی گئی۔مرادآباد اور ہلدوانی شہر میں ہوئے واقعات اس کی زندہ مثالیں ہیں۔دونوں ہی جگہ مسلمان اپنے گھر میں نماز تراویح ادا کر رہے تھے جس پر شدت پسند تنظیموں نے ہنگامہ کھڑا کر دیا، اور ان کے دباؤ میں پولیس انتظامیہ نے بجائے شدت پسندوں پر کاروائی کے،مسلمانوں ہی پر مقدمہ درج کیا اور پانچ لاکھ تک جرمانے کا مچلکہ پابند بھی کیا۔ہلدوانی شہر میں پولیس انتظامیہ نے جانب داری و تعصب کی نئی مثال قائم کی،جس مکان میں تراویح ادا کی جا رہی تھی نقشہ نہ ہونے کا بہانہ بنا کر اس مکان کو ہی سیل کر دیا۔

اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ:

☆ مسلمان اولاً سڑکوں پر نماز سے گریز کریں، ثانیاً سپریم کورٹ میں مکمل دلائل کے ساتھ اپنے ساتھ ہونے والے امتیازی سلوک کے خلاف مقدمہ درج کرائیں۔ تاکہ انتظامیہ/حکومت کی جانب داری بھی کورٹ کے سامنے آئے۔

☆ مین اسٹریم میڈیا تو مسلمانوں سے جڑے مسائل ہمیشہ منفی انداز ہی میں دکھاتا ہے اس لیے سوشل میڈیا کے ذمہ دار اور سنجیدہ صحافیوں کے ذریعے ان امور کو مناسب انداز میں اہل وطن کے سامنے پیش کریں تاکہ پروپیگنڈے کا پردہ چاک ہو اور لوگوں تک اصل حقائق پہنچ سکیں۔

☆ جہاں سڑک پر آنا مجبوری بن جائے وہاں مقامی انتظامیہ کو قبل از وقت مطلع کریں، اعتماد میں لیں، ڈائی ورٹ روٹ پلان کریں، راہ گیروں اور مسافروں کی آسانی کے لیے اپنے رضا کار بھی رکھیں تاکہ کسی اتفاقی/امکانی پریشانی کو بروقت سلجھانے میں آسانی ہو۔

☆ سنجیدہ مزاج افراد کا ڈیلی گیشن براہ راست حکومت سے ملاقات کر کے اس مسئلے پر حکیمانہ مگر مضبوط انداز میں بات چیت کرے۔ نیت صاف اور ارادے کھرے ہوں تو ایسی ملاقاتیں بھی خاصا اثر ڈالتی ہیں۔

☆ ابھی کچھ دنوں پہلے اتر پردیش میں بلدیاتی انتخاب (نگر پالیکا/ مئیر الیکشن) ہوئے، بی جے پی نے چیئر مینی اور ممبری کے لیے قریب 200 مسلم امیدواروں کو ٹکٹ دیئے۔ آگے بھی ایسا ہونے کے امکانات ہیں۔ لہٰذا یہ ایک اچھا موقع ہے کہ جو بھی بی جے پی امیدوار اگلے الیکشن میں ووٹ مانگنے آئے تو اس سے اس معاملے پر جواب طلبی کی جائے۔ اگر چند ایک مقامات پر یہ کام دانائی کے ساتھ کر لیا گیا تو میسیج سیدھا ہائی کمان تک جائے گا اور سیاست میں کیا کچھ ہو سکتا ہے سب اچھی طرح جانتے ہیں۔

☆ مختلف شہروں کے مذہبی قائدین، تنظیمی ذمہ داران، وکلا اور دانش وران اپنے اپنے حلقے کے ممبران پارلیمنٹ اور ممبران اسمبلی سے ملاقات کریں اور اس عنوان پر میڈیا میں واضح بیان اور کھلی حمایت کا مطالبہ کریں۔ یہ کام بھی بالغ نظری کے ساتھ کیا جائے تو نتیجہ خیز ہوگا۔

☆ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں۔ اللہ تعالیٰ سے لو لگائیں۔ اسی سے فریاد کریں کریں۔ وہی دلوں کو بدلنے والا ہے۔ وہی مشکلوں کو آسان بنانے والا ہے۔ وہی ظالموں سے حساب لینے والا ہے۔ وہی مظلوموں کی پکار کو سننے والا ہے۔ اسی مالک کا فرمان ہے: ناامید نہ ہوا جائے۔ اس لیے امیدیں بنائے رکھیں اور کوششیں جاری رکھیں۔ آخر ایک دن ناانصافی کا دور ختم ہوگا اور انصاف کا سورج نکلے گا۔ حکمت و دانائی سے کام لیں۔ قانونی چارہ جوئی کا مزاج پیدا کریں۔ آپ کا دشمن بہت شاطر بھی ہے اور چالاک بھی۔ وہ سب کچھ کرتا ہے اور جب مسلمان کچھ کرتے ہیں تو ان کے ثبوت فوری طوری پر اکٹھا کر لیتا ہے۔ بروقت ویڈیو گرافی بھی کرتا ہے اور تصویریں بھی لے لیتا ہے۔ یہی ویڈیو اور تصویریں وہ حکومتی اداروں اور ارباب حکومت کے بنائے پورٹلوں پر ڈال دیتا ہے۔ اِدھر ہمارے سیدھے سادھے مسلمان ہیں کہ ظلم سہنے کے باوجود بھی انتظامیہ اور پولیس پرشاسن کی نظر میں ظالم اور جو ظالم تھے وہ مظلوم بن جاتے ہیں۔ اس لئے جب کبھی کوئی ہندوانہ رسم ادا کی جائے یا کوئی جلوس و یاترا نکالی جائے اور اس کا گزر آپ کے علاقہ سے ہو تو ان کی ہڑدنگیوں کے ثبوت فوری طور پر اکٹھا کریں اور پرشاسن تک پہنچائیں۔

آئینۂ منظر اسلام

وہ منظر اسلام جسے سرکارِ اعلیٰ حضرت نے ایک آلِ رسول کی فرمائش پر ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں شہرستانِ عشق و محبت بریلی شریف کی سرزمین پر قائم فرمایا۔

وہ منظر اسلام جس کی بے مثال تعمیر و ترقی اور عظمت و رفعت حضور حجۃ الاسلام کی ارفع و اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کا ایک خوبصورت استعارہ ہے۔

وہ منظر اسلام جس کے گلشن علم و حکمت کی لازوال تروتازگی و شادابی میں سرکار مفتیٔ اعظم ہند کا علمی و روحانی تصرف ہمہ وقت کارفرما ہے۔

وہ منظر اسلام جس کی رعنائیاں اور تابانیاں سرکار مفسر اعظم ہند کے بے مثال ایثار و قربانی اور خلوص کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

وہ منظر اسلام جس کی عالمی شہرت اور مرکزی حیثیت حضرت ریحان ملت کی قائدانہ صلاحیتوں کا ایک روشن و منور نمونہ ہے۔

وہ منظر اسلام کہ شاہ راہ ترقی پر جس کی تیز گامی میرے والد محترم حضور صاحب سجادہ کی پرعزم، مستحکم اور مخلصانہ قیادت و نظامت کی درخشاں و دیدہ زیب تصویر ہے۔

وہ منظر اسلام جو ماضی قریب کے اکثر اکابر اہل سنت کا قبلۂ علوم و حکمت ہے۔

وہ منظر اسلام جس نے قوم و ملت کو ''تحریک تحفظ ناموس رسالت'' اور ''تحریک تحفظ عظمت اولیا'' کے بے شمار جانباز سپاہی عطا فرمائے۔

وہ منظر اسلام جو دینی و عصری علوم و فنون کے ساتھ اسلامی افکار و نظریات کی ترسیل و تبلیغ، عقائد اہل سنت کی ترویج و اشاعت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے عروج و ارتقا کے لئے شب و روز سرگرم عمل ہے۔

وہ منظر اسلام جس کے فارغین کی ایک عظیم جماعت عالم سنیت کے خطہ خطہ میں مذہب و مسلک کی بے لوث خدمت کرنے میں مصروف کار ہے۔

وہ منظر اسلام جو اپنے تابناک ماضی کی ضیا بار کرنوں کی روشنی میں اپنے روشن و منور مستقبل کے خطوط متعین کر کے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

ہاں! یہی منظر اسلام آج آپ کے جذبۂ ایثار و تعاون کو آواز دے رہا ہے۔ آئیے! اور اس کے عروج و ارتقا کے لئے دل کھول کر حصہ لیجیئے تاکہ اعلیٰ حضرت کے اس عظیم ادارے کا یہ علمی و روحانی قافلہ یوں ہی اپنے سفر کی منزلیں طے کرتا رہے۔

فقیر قادری محمد احسن رضا

سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

Monthly "Aala Hazrat" Urdu Magazine
84, Saudagran Street, Bareilly 243003-(U.P.)
Ph.: 2555624, 2575683-(Office)
Fax : 2574627 (0091-581)

R.N.P. NO. 6802/60 N.I.C.
POSTEL REGD. NO. U.P BR-175/2021-23
PUBLISHING DATE : 14th
POSTING DATE : 18th] EVRY ADVANCE MONTH
PAGES : 72 PAGE WITH COVER WEIGT :88 GRM

₹ 35/-

Editor : Mohammad Subhan Raza Khan (Subhani Mian)

June- July 2023

دعوت خیر

طالبان علوم نبویہ کے قیام وطعام، منظر اسلام کے تمام شعبوں کے عروج وارتقا، دارالافتا کے عمدہ واحسن انتظام، لائبریریوں کی آرائش وزیبائش، ماہنامہ اعلیٰ حضرت کی مسلسل اشاعت، رضا مسجد کی زیب وزینت، خانقاہ رضویہ کی تب وتاب اور عرس رضوی کے وسیع انتظامات میں دل کھول کر حصہ لیں۔

Printed Published & Owned by Mohammad Subhan Raza Khan "Subhani Mian" Printed at Raza Barqi Press,
Moh. Saudagran Bareilly & Published at Office of Monthly Aala Hazrat 84, Saudagran Street Bareilly (U.P.)